

سرخ موت

آصف فرخی



مکتبہ پیام تعلیم
چاندنگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

حیرت اور تخیل کے افسانے

یہ دنیا حیرت کا مقام ہے۔ یہاں تو کھیں اور عجیب بھری دنیا۔ دنیا کے چتے چتے اور وقت کے لمحے لمحے میں درجہ بے کتنی بہت سی داستانیں چہاں ہیں جو آشکار ہونا چاہتی ہیں۔ جو دیکھنے والے آنکھیں اور سننے والے کان تلاش کرتی رہتی ہیں۔ حیرت ہر قدم پر ایک نئی داستان سناتی ہے اور داستان میں جو کئی بیشی رہ چکے تو تخیل اس میں رنگ آمیزی کرتا ہے۔ حیرت تخیل کو فروغ دیتی ہے، اور تخیل پھر ایک نئی حیرت کو جنم دیتا ہے۔ حیرت اور تخیل کا انوکھا داستان طرزِ نازک گرالین پر، چہاں اس دنیا میں ان دونوں عناصر کی کارروائی کے نتیجے میں آتا ہے، بلکہ اس نے کہا ہی کو بھی ایک نئے موڑ پر لا کھڑا کیا ہے۔ ایسویں صدی کا امریکی ادیب ایڈگر آلین پو مختصر افسانے کا بانی و اہم ہے۔ وہ طاعن اور نقاد کی حیثیت سے بھی ممتاز ہے، مگر اس کا عجیب و غریب کا نام ہے کہ اس نے لمبے چوڑے کہانیوں کو مختصر فرائض کر اور زندگی کا جو ہر پھر کو مختصر افسانے کو اپنا علامت اور ہی صنف کے طور پر روشناس کروایا اور پھر اس صنف کو اعتبار بخشا۔ مختصر افسانے نے پو کے بعد بہت ترقی کی مگر یہ اس صنف کے ان گنے پنے مصنفوں میں سے ہے جو اپنے طرز کے موجد بھی تھے اور خالق بھی۔ پو کے افسانے آج بھی اس حیرت انگیز اور خیال افروز دنیا کا سرچشمہ ہیں۔

فہرست

۷

سوئے کا کیشا

۲۲

گھرانے کا زوال

۴۵

سرخ موت



پارکے انسانوں کا اردو میں ترجمہ مشہور شاعر ابن انشاء نے کیا تھا جو
 طوطا بھی ہو کی طرح الف بیلوی مزاج رکھتے تھے۔ موجودہ ترجمہ خاص طور
 پر نو عمر بچے ہمارے دلوں کو سانس دے کر گیا ہے۔ اس لیے اصل انسانوں
 کی نقلیں کر دی گئی ہے اور زبان و بیان کو بھی کسی حد تک آسان بنایا
 گیا ہے۔ مگر صرف اسی حد تک کہ کہانی سمجھنے میں مشکل نہ ہو اور اصل کی
 روح بھی متاثر نہ ہونے لگے۔

اصف قرظی

سونے کا کیرا

کئی سال پہلے کی بات ہے کہ ایک صاحب سے میں کا نام ولیم لگیواں تھا،
 میری وہ دوستی ہو گئی۔ ان کا تعلق ایک قدیمی اور معزز گھرانے سے تھا جو
 کسی زمانے میں بڑا مالدار تھا۔ بدقسمتی سے چوٹی کر پے در پے حادثات نے
 اسے مملوک الحال بنادیا۔ اپنی حالت پر شرمندگی کی وجہ سے اس نے
 گھبرا اور لینسز کا شہر چھوڑ دیا جہاں وہ پیدا ہوا تھا اور جنوبی کیرولینا کی
 ریاست میں چارلٹن کے نزدیک جزیرہ سلی دن نام کے ایک مقام پر
 جا کر رہنے لگا۔

یہ جزیرہ بھی عجیب جگہ ہے۔ یہ کوئی زمین میل لمبا ہے اور اپنے پورے
 طول میں کسی بھی مقام پر کوئی جو علاقائی میل سے زیادہ چوڑا نہیں ایک
 چھوٹا سا دریا اس جزیرے کے باقی زمین سے علاحدہ کرتا ہے۔ بہت سے
 جنگل پرندے یہاں پائے جاتے ہیں، خاص طور پر ایسے پرندے جن
 کا شکار کیا جاسکتا ہے۔ جزیرے کے سفر کی سہولت پر ایک علاقہ ہے اور گاڑی
 کے مکانات، جن میں موسم گرما کے دوران چار لاکھ خیر کے لوگ آکر
 ٹھہرتے ہیں۔ سمندر کے ساتھ واقع سفید اور سخت ریٹیل ساحلی
 پٹی اور اس سفر کی سہولت کے علاوہ باقی کا نام جزیرہ بھی جہازوں
 سے لادھا ہوا ہے جو اکثر اوقات پندرہ سے لے کر بیس فٹ تک کی لہروں
 حاصل کر لیتی ہیں۔

ان گھنی جہازوں کے بہت اندر جزیرے کے سفر کی سہولت کے

ظہر و اور کل صبح تڑا کے تڑا کے میں جو پیشتر کو بھیج کر منگوا لوں گا۔ میں نے ایسی کسی جھپٹی تھے کم ہی دیکھی ہے۔
"کیا چیز ہے صبح کا منظر؟"

"میکو سنس! ہر کوئی اس اور کیترا۔ اس کا سونے البساد منگوا رہا ہے اور میری کے برابر اس کی پشت پر ایک طرف کالے نشان ہیں اور دوسری طرف ایک لمبوتران نشان۔"

"اس کیترا کے اندر کچھ نہیں ہے، مالک، میں آپ کو بتانے چاہتا ہوں۔" ہر پیشتر نے اس کی بات بیک بند سے کالی۔ "وہ کیترا سونے کا کیترا ہے، خالص سونا، بالکل ٹھوس سونا، سونا، سونا، سونا کے چال کے۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنا وزنی کیترا نہیں دیکھا۔"

"خیر، اگر یہ درست بھی ہے، تب بھی اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم بالآخر ہی کو چل جانے دو؟" لیکوٹا نے جواب دیا اور میری طرف رخ کر کے بولا۔ "واقعی اس کا رنگ بالکل اصلی سونے جیسا ہے اس لیے جو پیشتر کا خیال ممکن معلوم ہوتا ہے۔ تم نے اس سے زیادہ سونے میں چیز نہ دیکھی ہوگی۔ مگر تم کل خود فیصلہ کر لیتا۔ تب تک میں تمہیں اس کی وضاحت قلعے کا اندازہ کرائے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ چھوٹے منبر کے پاس بیٹھ گیا جہاں اسے ظہر اور وفات قول مل گئے، کاغذ نہ پا، اس نے دراز میں تلا منظر کیا مگر کاغذ نہ ملا۔

"ظہر کو کوئی بات نہیں،" اس نے فوراً دہرایا۔ "اسی سے کہم چل جائے گا۔" اس نے حیب سے کاغذ کا میلا ٹکڑا لیا۔ "مکالا اور اس پر ظہر سے ایک ٹاکر سا بنا دیا۔ اس دوران میں آتش دان کے پاس لپکا پٹکارا کیوں کہ مجھے ابھی تک سردی لگ رہی تھی۔ تصویر برقی ہو گئی تو اس نے دہری سے بیٹھے بیٹھے ہاتھ بڑھا کر پکڑا دی۔

جوں ہی میں نے وہ تصویر پکڑ لی، زور زور سے ہنسنے اور دروازے پر پہنچے مارنے کی آواز آئی۔ ہر پیشتر نے دروازہ کھول دیا اور

پراسا، چھبر سے ہاتھوں والا کتا اندر داخل ہوا۔ یہ لیکوٹا کا کتا تھا۔ وہ دم ہلاتا ہوا میری طرف بڑھا۔ کیوں کہ وہ مجھے خوب پچا جانتا تھا۔ اس نے چھبر کیسے لپکا اپنی پشت پر لگی اور خوشی کا اظہار کیا۔ کھڑکی پر میری وہ مائوس چو گیا اور میں نے اس کو دہری بیٹھ جانے کا حکم دیا اور ایک بار پھر اپنی توجہ کا رخ اس تصویر کی طرف کیا۔ جو میں نے دیکھا، اس نے مجھے حیران کر دیا۔

"خوب؟" چند منٹ تک اس تصویر کو دیکھتے رہنے کے بعد میں نے کہا۔ "اتنا تو کہتا ہے گا کہ یہ بہت عجیب لگتا ہے، میرے لیے بالکل نیا ہے۔ میں نے اس جیسی کوئی چیز اس سے پہلے نہیں دیکھی، سوائے کھڑکی کے۔ یہ تو کیترا سے زیادہ انسان کی کھڑکی معلوم ہوتا ہے۔" "کھڑکی؟" لیکوٹا نے میری بات دہرائی۔ "اسے ہاں، کاغذ میں کی ایسی ہی صورت نظر آ رہی ہے۔ اوپر والے دو کالے دھبے آنکھیں معلوم ہوتے ہیں اور نیچے والا بڑا دھبہ تکیہ لگ رہا ہے اور اس پورے کے پورے کی شکل بیٹھتی ہے۔"

"خدا دیا ہوا" میں نے کہا۔ "مگر لیکوٹا تم اتنے معذور نہیں ہو گئے خود اس کی طرح کو دیکھنے کا انتظار کرنا چہے گا تاکہ میں اس کے اصلی منظر خال کا اندازہ لگا سکوں۔"

"اب جانتی ہیں؟" لیکوٹا نے تلا منظر ہونے جواب دیا۔ میں بھی خاص تصویر کشی کر لیتا ہوں اور ابھی چاہیے کیوں کہ میں نے اسے اس انداز سے دیکھا ہے۔"

"میرے دوست اہم مذاق کر رہے ہو؟" میں نے کہا۔ "یہ کھڑکی کی تو ابھی تصویر ہے مگر مجھے تو کسی طرح سے پکڑا نہیں معلوم ہو رہی بلکہ تمہارا مذاق کر رہا ہے کیترا اس شکل کا ہے تو بہت عجیب ہو گا۔ تم نے جو کیترا بنایا ہے اس کی کوئی تصویر نہیں ہے؟"

"میرے نہیں۔" لیکوٹا نے پکار کر کہا۔ "وہ اس سادے معاملے پر ضرور دھماکے زیادہ بنانا ضرور ہو رہا تھا۔" مجھے یقین ہے کہ تصویر اس کی

مروغیوں نظر نہ رہی ہوں گی۔ میں نے انہیں بالکل صاف بتایا تھا، جس طرح کہ انہیں پر دیکھا تھا۔ انہیں ان کو دیکھنا چاہیے۔

”خیر کوئی بات نہیں۔“ میں نے جواب دیا، ”طاہر تم نے بتائی ہوں۔ مگر مجھے نظر نہیں آ رہی ہیں۔“ میں نے کچھ کچھ نظر کاغذ کا ٹکڑا اس کے سامنے کودیلے میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ چڑچڑی ہو جائے۔ پھر میں نے اس کے دوسرے پر صبر نہ کیا۔ اس بات پر کہ وہ باوجود اس طرح فتنہ کر رہا تھا اور دوسرے اس بات پر کہ کوئی شے کی اس تصویر میں واقعی وہی تصویریں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ وہ چہچہا کر کھوٹ پڑی کی تصویر معلوم ہو رہی تھی۔

اس نے کاغذ داہیں لے لیا۔ اور اسے آگ میں بھجھکھٹے ہی والا تھا کہ اس پر اتفاقی نظر پڑ جائے سے اس نے اپنا اشارہ بدل دیا۔ اس پر نظریں جمائے ہوئے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ پھر ایک دم سفید پڑ گیا۔ وہ چند لمحوں تک اس تصویر پر کھنکھاتا رہا۔ پھر اس نے میز پر سے مہم چلی آگئی اور کمرے کے ایک کونے میں لے جا کر گرہن پر بیٹھ گیا۔ اس نے میری طرف کوئی توجہ نہ دی۔ اس کی ساری توجہ کاغذ کے اس پر نہ رہے پر مگر کچھ ہی اس کے اسے آؤٹ پلٹ کر ہر سمت سے دیکھا۔ اس نے ٹیبل سے ایک حرف بھی نہ نکالا۔ میں متعجب رہ گیا۔ مگر میں نے سمجھا کہ فتنہ دس کا تھا تھا یہی ہے کہ اسے عجیب انداز ہائے آکر کا اس نے جیسے سے ایک الفاظ نہ نکالا اور کاغذ کو اس میں روکھ لیا۔ پھر اس فتنے نے اس نے دروازے میں احتیاط سے دھک کر قفل دنگا دیا۔ تب اسے کچھ سکون ملا۔ جوں جوں مشام آؤٹ چلتی گئی وہ خاموش رہا ہوتا گیا۔ اور میری کسی بات سے دل نہ میںیں طاہر نہیں کر رہا تھا۔ میں نے دست دہی گنارنے کا اشارہ کیا تھا۔ جیسے کہ میں اس سے پہلے بھی کیا کرتا تھا۔ مگر اچھے دوست کی کیفیت دیکھ کر میں نے وہاں سے چلے جانے کو بہتر سمجھا۔ اس نے بھی صبر نہیں کیا کہ میں تصویریں ملے میں جب تکھنے لگا تو اس نے گڑبڑ سے ہاتھ ملا دیا اور میرے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا۔

اس کے بعد میں نے بیگڑاں کو دیکھا نہ اس کے بارے میں کوئی اطلاع ملی۔ یہاں تک کہ میرا بھر بعد اس کا ملازم جو میٹر میرے گھر چلا آئیں آیا۔ میں نے اس سے پہلے پوچھے جیسی کہ اس قدر تا عرض نہیں دیکھا تھا اور مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں میرے دوست کے ساتھ کوئی حادثہ نہ پیش آگیا ہو۔

”ہاں بھئی جو میٹر“ میں نے اس سے پوچھا۔ ”کیا ماہر ہے۔ خدا مالک کس حال میں ہے؟“

”سچ بتاؤں آپ کو جناب، وہ اتنے ٹھیک نہیں ہیں جتنا کہ انہیں ہونا چاہیے۔“

”ٹھیک نہیں ہیں؟“ مجھے غن کر افسوس ہو رہا ہے۔ کیوں کیا ہوا ہے انہیں؟“

”یہی تو برا ہے۔ وہ کچھ کہتے نہیں ہیں، مگر اصل میں بہت بیمار ہیں۔ بہت بیمار ہیں۔“ تمہارے نوراً کیوں نہیں جاتا؟ کہ وہ صاحب غرض ہیں؟“

”نہیں، بالکل نہیں۔ بلکہ وہ تو ہر وقت باہر ہی گھومتے رہتے ہیں۔ میں ان کے بارے میں بڑا پریشان ہوں۔“

”جو میٹر تم جو کچھ کہہ رہے ہو میںیں پوری طرح سمجھنا چاہتا ہوں۔ تم کہہ رہے ہو کہ فتنہ مالک بیمار ہیں۔ انہوں نے انہیں نہیں جانا کہ انہیں کیا بیمار کی لاش ہے؟“

”اچھا اب آپ پریشان نہ ہوں۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں مالک کہتے ہیں کہ وہ بالکل ٹھیک ہیں۔ لیکن اگر یہ بات ہے تو پھر میری کچھ میں نہیں کا کہ وہ کیوں ہر وقت زمین کی طرف گئے جاتے ہیں اور چہرہ سفید کر گیا ہے اور وہ سارا وقت کاغذ کے ایک پارے کو بھی گھورتے رہتے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے کہ وہ مجھے خبر کے بغیر سورج نکلنے سے پہلے کہیں چلے گئے اور ان بھر غائب رہے۔ مجھے فتنہ بھی آیا اور پھر ان کی بھی ہوئی۔ پھر وہ گھسروئے فرا نکلے ہار اور چلے ہاتھ نظر

اگر بے غے کو مجھ سے کچھ کہا نہیں گیا۔
 بات تو پریشانی کی ہے۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ ایسا کیوں کر رہا
 ہے؟ تم لوگوں سے کھیل بار میں جب لڑتا تھا اس کے بعد کوئی ناخوشگوار
 بات ہوئی ہے؟

”نہیں جناب اس کے بعد سے تو کوئی ناخوشگوار بات نہیں ہوئی
 ہے۔ مجھے ایشیہ ہے کہ اس سے پہلے ہوئی ہے۔ بلکہ میں اس دن
 جب کپ آئے تھے۔“

”کیسے؟ کیا مطلب ہے قصداً؟“

”اوسے جناب میری مراد اس کی طرف سے ہے۔“
 ”کیا چیز؟“

”وہ کپڑا۔“ مجھے یقین ہے کہ میرے مالک کو اس کی طرف سے لاکھ لاکھ
 روپے۔ ان کے سر پر چڑھا گیا ہے۔“
 ”قصداً یہ خیال کس وجہ سے ہے؟“

”مجھے یقین ہے کہ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں جناب۔ میں نے اس سے
 پہلے ایسا کپڑا نہیں دیکھا۔ جو اس کے پاس آئے اسے کاٹنے کو دوڑتا
 ہے۔ ڈنگ مارتا ہے۔ مالک نے پہلے اسے پکڑا تھا۔ پھر فوراً ہی اسے
 چھوڑنا پڑا۔ اس وقت سوزی نے لاکھ لاکھ کہا کہ اس کی موٹر
 سے ہی نفرت ہے اس لیے میں نے تو اسے ہاتھ بھی نہیں لگا۔ میں
 نے تو اسے کاغذ میں لپیٹ کر ڈھایا تھا۔ جو اس کے پاس ہی زمین پر
 پڑا ہوا ملا تھا۔ اس کو چھوئے بغیر اس کاغذ کی پٹریا بنا کر رکھ لیا
 تھا۔“

”تو قصداً خیال یہ ہے کہ قصداً سے ملک کو اس کی طرف سے لاکھ لاکھ
 دیا اور اس سے وہ بیمار ہو گئے؟“

”میرا خیال نہیں جناب مجھے معلوم ہے اور بھلا کیا چیز ہو سکتی ہے
 جس کی وجہ سے وہ ہر وقت سوتے کے اوسے میں خواب دیکھتے رہتے

ہیں؟ سوئے کے کپڑے کے کاٹنے کا اثر کیا ہو سکتا ہے۔ اس لیے پہلے ہی
 میں سوئے کے کپڑے کے اوسے میں سن چکا ہوں۔“
 ”لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ سوئے کے اوسے میں خواب دیکھتا
 رہتا ہے؟“

”مجھے کیسے معلوم ہے؟ اس لیے کہ وہ نیند میں اس کے اوسے
 میں بڑبڑاتا ہے۔ اس لیے مجھے معلوم ہے۔“

”اچھا جو پیشتر ہو سکتا ہے کہ قصداً انعامہ درست ہو، مگر تم آج
 ہی کے دن مجھ سے ملنے کیوں آئے ہو؟“

”اس لیے جناب کہ میں آپ کے نام اپنے مالک کا خط لایا ہوں۔“
 یہ کہ اگر جو پیشتر نے خط میرے محلے کو دیا۔
 خط میں لکھا تھا:

”میرے عزیز دوست۔ اتنے دن سے ملنے کیوں نہیں آئے؟ مجھے
 امید ہے کہ تم کبھی ملاقات کے دوران میری باتوں پر ناواضی ہونے
 کی عاقبت نہ کر چکے ہو گے۔“

اس کبھی ملاقات کے بعد سے میں پریشانیوں میں گھرا رہا ہوں۔
 میں تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے کیا کروں،
 اور یا مجھے یہ سب بتانا بھی چاہیے کہ نہیں۔

میں نے دن سے میری طبیعت ایسی نہیں رہی۔ بھارا ہوا ہوا جو پیشتر
 میرا خیال رکھنے کی کوشش میں مجھے اور پریشان کر رہا ہے۔ وہ ہے
 پسند نہیں کرتا کہ میں پیادوں کی طرف اٹھ جاؤں۔

کبھی ملاقات کے بعد سے میرے ذہن میں کوئی اضافہ نہیں ہوکا
 اگر ممکن ہو سکے تو میری خواہش ہے کہ تم جو پیشتر کے ساتھ جو رہے
 میں آجاؤ۔ خدا را چاہے آؤ۔ میں آج تم سے ملنا چاہتا ہوں۔“

اشد حشر دیکھو۔
 ہمیشہ قصداً

اس خطہ کے بین السطور میں کچھ ایسی بات تھی جس نے مجھے ہنسیان
 کر دیا۔ اس پر کیا گزری ہے؟ وہ کیا خواب دیکھ رہا ہے؟ جو میرے
 خیال کو وہ نہاد ہو گیا ہے، خاصا پریشان کن تھا۔ مجھے خود بخود کہیں
 وہ چٹوٹی و سراسر نہ کھوٹے۔ وہ اس جوہر سے بہت تیار رہتا تھا۔
 اور صحت کی طرف سے اور بیماریاں بھی کرتا تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے
 کو مزاج تاخیر کے بغیر میں جو پیشہ کے ساتھ جوہر سے چاہاؤں۔

جب میں جو پیشہ کے ساتھ کشف تک آیا تو میں نے دیکھا کہ اس میں
 نکلاؤں کے دسے والی ایک لیں غم پر پھری اور تین گدال رکھے ہوئے ہیں۔
 یہ سب چیزیں نئی معلوم ہو رہی تھیں۔

”یہ کس لیے ہیں؟“ میں نے جو پیشہ سے پوچھا
 ”یہ ایسی پھری وراصل وراثی ہے اس سے تم اس اور جھڑپاں کاٹتے
 ہیں اور یہ گدال کئی کھودنے کے کام آتے ہیں؟“
 ”یہ تو مجھے معلوم ہے؟“ میں نے جواب دیا۔ مگر یہ تم کس لیے لے کر
 آئے ہو؟“

”مالک نے مجھ سے کہا تھا کہ شہر سے خریدنے لانا اور ان کے دام
 بھی اچھے دے دینے چاہئے۔“

”لیکن تمہارے مالک کو ان کی کیا ضرورت ہے؟“
 ”مجھے کیا پتا۔ مگر مجھے یقین ہے کہ یہ سب سونے کی کیڑے کی وجہ
 سے ہے۔“

مجھے اندازہ چاہ گیا ہے کہ جو پیشہ سے کوئی اور صاحب نہیں مل سکتا؟
 کہوں کہ وہ ہر بات پر غم جوہر کر سونے کی کیڑے کا دھولے آتا۔ میں
 کشف میں بیٹھ گیا۔ میں نے یہ نہیں تھا کہ کس طرح جلد از جلد اپنے
 دوست تک پہنچ جاؤں۔

سیر کے یقین نکال رہے تھے جب ہم اس ٹھکانا تک پہنچے۔ یقیناً پھر
 سے چار انتظار کر رہا تھا۔ اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا اور آنکھوں

کے نیچے گہرے حلقے تھے۔ میں نے اس کی مزاج پڑھ کر اس کے بعد جب
 میری آنکھ میں نہ آیا کہ اور کیا کہوں تو میں نے پوچھا کہ کیا اسے جھکے کے کوئی
 افسر ہے؟ سونے کا کیڑا اور اس میں گیا تھا؟

”ہاں ہاں۔ اس نے جواب دیا اس کا چہرہ صحت ہو گیا۔ مجھے اگلی صبح
 ہی واپس مل گیا تھا۔ اب اسے مجھ سے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ یقیناً معلوم
 ہے کہ اس کے بارے میں جو پیشہ کا اندازہ بالکل درست ہے۔“

”وہ کس طرح؟“ میں نے پوچھا اور دل میں سوچا کہ شاید یہ بہار اچھ
 پنج پاگل ہو جا رہا ہے۔

”یہ اندازہ کہ کیڑا اچھ پچھ سونے کا ہے؟ اس نے اتنی سنجیدگی سے کہا
 کہ میں حیران رہ گیا۔“

”یہ کیڑا میرے لیے دولت حاصل کسے گا؟“ اس نے غامض مسکراہٹ
 کے ساتھ اتنی غنیمت جانی رہی۔ میں اپنے غامضانہ کی کھوٹی ہوئی سواک
 دوبارہ حاصل کر لوں گا۔ تو پھر اس میں صحت کی کیا بات ہے کہ یہ کیڑا میرے
 لیے اتنی اچھبت رکھتا ہے؟ جو پیشہ کیڑے کر آؤ۔“

”کیا؟“ وہی کیڑا؟“ میرے مالک؟“ میں نہیں لانا۔ اب خود ہی لیتا ہے۔
 لگتا اس کی جگہ سے اٹھا اور فیصلے کی ڈب سے اٹھا کر لایا جس میں وہ

کیڑا رکھا ہوا تھا۔ کچھ اتنا صحت میں تھا کہ اس پر نہ دیکھ کر ہی تھیں اور نہ لگتا
 تھا اس کے بارے میں کوئی طرح نہ تھا۔ سائنس نقطہ نظر سے یہ بہت اہم تھا
 تھیں۔ اس کی پشت پر ایک طرف دو کان لے دیتے تھے اور دوسری طرف
 ایک لپٹا سا نشان۔ وہ دیکھنے میں سخت اور عجیب تھا اور بالکل اصلی سونے

کا معلوم ہوتا تھا اس کے ساتھ ساتھ وہ داری میں تھا اور ان سب باتوں
 کو سامنے دیکھتے ہوئے، میرے سلسلے جو پیشہ پر کوئی التزام نہ تھا مشکل

تھا کہ وہ اس کیڑے کے بارے میں ایسے خیالات نہ کر لے سکتا ہے۔ مگر مجھے
 اس سے بھی زیادہ پریشان کن یہ بات معلوم ہوئی کہ لگتا ہے کہ اس کا خدا تھا

کہ یہ کیڑا سونے کی تلاش میں اس کی مدد کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

جب میں کپڑے کا معاملہ کر چکا تو لیکراں نے مجھ سے کہا: "میں نے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ مجھے اس معاملے میں تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ میرے عزیز میں نے اس سے کہا: "تمہاری طبیعت خشک نہیں معلوم ہوتی۔ تمہیں احتیاط برتنی چاہیے۔ تم جا کر لیٹ رہو۔ میں چند دن تک تمہارے ساتھ ہی رہوں گا جب تک کہ تمہاری طبیعت اچھی نہ ہو جائے۔ تم اس وقت حالت اضطراب میں ہو اور تمہیں بخار بھی ہے۔"

"مجھے کوئی بخار نہیں ہے۔ اس نے کہا۔
"خیر اس کا مطلب ہے کہ تمہیں بخار نہیں ہے مگر تم بیمار ہو اور اس لیے تمہیں بستر میں آرام کرنا چاہیے۔
"تمہارا خیال بالکل غلط ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "میں تم دونوں سے زیادہ بیمار ہوں۔ میں صرف اپنا دریاخت کی وجہ سے پریشان ہوں۔ تم مجھے میرا کام چاری رکھنے دو۔"

"اور تم یہ کس طرح کرنا چاہتے ہو؟"
"بہت آسانی سے۔ جو پیڑ کے ساتھ میں پہاڑیوں کی طرف جا رہا ہوں اور تمہیں تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ تم ہی واحد آدمی جو جس پر ہم بھروسہ کر سکتے ہیں۔"

"اچھا خشک ہے۔ مجھ سے جو بہن پڑا میں مدد کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔ لیکن تمہاری مطلب ہے کہ تم پہاڑیوں میں بس سفر پر جا رہے ہو۔ اس کا اس سہری کپڑے سے کوئی تعلق ہے؟

"بالکل ہے۔"
"تو پھر میں تمہاری کوئی مدد نہیں کروں گا۔ یہ بالکل فضول بات ہے۔"

"مجھے بہت افسوس ہے اپنے صدموں۔ پھر میں یہ کام خود ہی کرنا پڑے گا۔ حالانکہ اس طرح غلط ٹھہ جائے گا۔
"تم بالکل ہو گئے ہو! تم گھٹنے والی کے لیے جا رہے ہو؟"

"نہی ایک رات کے لیے۔ ہم فوراً نکل کھڑے ہوں گے اور صبح نکلنے سے پہلے لوٹ آئیں گے۔"

"تم مجھ سے وعدہ کرو کہ جب یہ سب ختم ہو جائے گا اور کپڑے کے کاٹنے سے نجات مل جائے گی تو تم فوراً کھڑے آؤ گے اور آرام کرو گے؟"
"ہاں میں وعدہ کرتا ہوں۔ اب چلو فوراً نکل چلیں، وقت ہے۔"

بالکل خاموشی میں اپنے دوست نے ساتھ چل کر ہم کوئی چار گھنٹے کے ایک جنگ نکلے ہوں گے۔ لیکراں، جو پیڑ، اس کا بھائی اور میں، جو پیڑ نے درختی اور گدال اٹھا رکھے تھے۔ میں نے لالچیں اٹھا رکھی تھیں۔ لیکراں کے ہاتھ میں صرف وہ کپڑا تھا، جس کو اس نے لیے سے بدلے سے ابدھ رکھا تھا۔ پہلے مجھ پر راجہ چڑھا ہوا تھا کہ میرے دوست کے نوہن پر بہت ہوشیار غلط طارکی ہو گیا ہے۔ میں نے بہت جا بجا کہ اس سے اس سفر کے مقصد کے بارے میں کچھ نہ بھولا، مگر اس نے آنا کہا جواب دیا کہ "جو چاہا دیکھ لیں گے۔"

ہم دریا پار کر کے خشک زمین پر آ گئے اور شمال مغرب کی سمت میں چلے ہوئے اچھے نشان علاقوں سے گزرتے ہوئے جہاں قوم خانا نام نہاد لیکراں ٹہرے اٹھارے ساتھ اس راستے پر چلا رہا تھا اور بعد ازاں پہلے پہلے لڑکے چلنے لگے لڑکے لڑکھاتے اور ہم آگے بڑھ جاتا۔

کوئی دو گھنٹے تک ہم اسی طرح سفر کرتے رہے، اور صبح چھ گھنٹے کو جہاں کہ ہم بعض عمارتوں کے بن میں داخل ہوئے۔ عمارتیں بہت اچھی تھیں اور جو پیڑ آگے جا کر درختی سے عمارتوں کا لٹا اور ہمارے لیے راستہ بنا۔ لیکراں کی ہدایت پر چل کر ہم ایک بہت بڑے درخت کی جڑوں تک پہنچ کر رہ گئے۔ یہ گل لال کا درخت تھا۔ ہم اس درخت کے پاس بیٹھے تو لیکراں نے جو پیڑ سے پوچھا کہ تم اس درخت پر چڑھ سکتے ہو؟

جو پیڑ کو ہمیں یہ سوال بہت عجیب معلوم ہوا اور خود ہی دیر تک

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

پھر وہ جانتا ہوا اس درخت کے پاس آیا، اس کے تنے کے گرد گھوم پھر کر دیکھا اور بہت غور سے اس کا معائنہ کیا اور یہ سب کرنے کے بعد اس نے لیکڑاں کا بیج قبول کر لیا۔ ہاں میں اس درخت پر چڑھ سکتا ہوں۔ تو پھر جتنی جلدی ممکن ہو، اس پر چڑھ جاؤ۔ ذرا دیر میں اندھیرا ہو جائے گا اور ہاتھ کو ہاتھ سمیٹنا پڑے گا۔

”نکلتے اور بہتک چڑھوں؟“ جو پیشتر نے پوچھا۔

”تم چڑھتے جاؤ، میں پھر تمہیں بتاؤں گا۔ اور اپنے ساتھ یہ لیکڑا بھی لے جاتے جاؤ۔“

”لیکڑا؟ اسے مالک! یہ لیکڑا جو پیشتر چار آٹھا، اور اس سے ہم کر دیکھے پھٹنے لگا۔ لیکڑا بھلا اوہ کسے جانے کی کیا ضرورت ہے؟“

”اس لیے کہ میں بکر ہا ہوں، تم گھے؟ اگر تم اس سے ڈرتے ہو تو یہ دھانگے سے باندھ کر لے جاؤ۔“

جو پیشتر نے بیہوش ہوا حال پکڑ لیا، مگر اس دھانگلے کے ساتھ کر لیا اس کے جسم سے چھو نہ جانے۔ پھر وہ درخت پر چڑھنے کی تیاری کرنے لگا۔

کل لالہ کا درخت امر کی درختوں میں سب سے شاندار اور چمکے ہوئے یہ کم عمر جو تاج کے نو اس کی چھال نرم اور چمکی ہوئی ہے اور درخت کے سب سے

سخت اور گھمبیری ہو جاتی ہے۔ جب درخت پرانا ہو جاتا ہے تو اس کے تنے میں سختیاں نہیں نظر آتی ہیں۔ جس درخت کے ساتھ ہم کھڑے تھے اس پر چڑھنا مشکل نہ تھا کیوں کہ وہ کل لالہ کا پورا درخت تھا۔ جو پیشتر

بہت آسانی سے چڑھا گیا اور زمین سے کوئی ساٹھ ستر فٹ کی اونچائی تک پہنچ گیا۔

”اب اور کدھیاؤں مالک؟“ اس نے لیکڑاں سے پوچھا۔

”سب سے موٹی شاخ پر آگے چلتے جاؤ۔ یہ جاس طرف ہے۔“

لیکڑاں نے اشارہ کیا۔ جو پیشتر نے اس کی چالاکی پر کل کی ”اوہ اوہ“ اور

اور پر چھٹا گیا۔ یہاں تک کہ گھٹنے پکڑوں میں بالکل جھپ گیا۔

”اب اور کتنے آگے جاؤں؟“ اس کی آواز آئی۔

”تم کہاں تک پہنچ گئے ہو؟“ لیکڑاں نے پوچھا۔

”بہت اونچائی تک۔ درخت کی پہلنگ پر سے مجھے آسمان نظر آ رہا ہے۔ جو پیشتر نے جواب دیا۔

”آسمان کی ٹکڑے کرو۔ جو جس پر رہا ہوں غور سے سنو۔ ذرا گن کر بتاؤ کہ تم کتنی شاخوں کو پار کر کے آئے ہو؟“

”ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ پانچ۔“ میں نے لپکے ٹانگیں پار کر کے آنا ہوں؟

”تو پھر ایک شاخ اور اوپر جاؤ۔“

ذرا دیر بعد اداؤ کی کوب دھوا تو اس شاخ پر پہنچ چکا ہے۔

”اب سنو جو پیشتر لیکڑاں کا جوش دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ میں

چاہتا ہوں کہ تم اس شاخ پر پہنچے آگے جا سکتے ہو۔ جاؤ۔ اگر کوئی عجیب چیز نظر آئے تو مجھے بتاؤ۔“

”اس شاخ پر زیادہ آگے تک جانے سے مجھے ڈر لگتا ہے۔ یہ شاخ

مڑ رہی ہے۔“

”خود؟“ اب بھر کیا کر رہا؟ لیکڑاں غوراً پریشان ہو گیا۔

”کہنا کہ ادا کیا ہے۔ چوتھو ٹکڑے میں اور پار ستر میں سو رہی بہت

دیر ہو گئی ہے؟“ میں نے عرض کیا۔ مجھے کافی دیر کے بعد کچھ کہنے کا موقع ملا تھا۔

لیکڑاں نے میری بات کی کوئی پروا نہیں کی اور جو پیشتر کو نشانہ بنا رہا آگے جانے کو کہا۔

”میں اب اس شاخ کے سر سے پر پہنچنے ہی والا ہوں، مالک۔ اوہ میرے غلغلے پر کیا چیز ہے؟ جیت اور خوف سے بھری۔ جو پیشتر کی آواز

تاک تک پہنچی۔

”ہاں ہاں۔“ لیکڑاں نے بہت غور سے کہا۔ ”کیا چیز ہے وہ؟“

میں ہے؟

”دوسے مالک: میری داہنی آنکھ یہ ہے۔ یہاں جو پیشتر سے خفجہ ہو رہا تھا۔ اس نے اپنا آنٹا ہاتھ اٹھا یا دوسرا نہیں آنکھ پر رکھ دیا۔ میرا یہی خیال تھا، میں سمجھ گیا تھا، یہ ٹیکوں جھپٹے دھکا اور اس نے جو پیشتر کانگریاں پھنک دی۔

”جلو آؤ! ہمیں فوراً دوا پس چلنا ہے۔“ ٹیکراں ہنسنے رہنے لگا۔

”ابھی ہمارا حکام پورا نہیں ہوا ہے۔“

”بہت سست رفتار کی کے ساتھ ہم کل لالہ کے درخت تک لاپس رہنا چاہئے۔“

”اچھا تو جو پیشتر ٹیکراں نے آواز دی، ادا کرو۔“ کھوپڑی درست کی شاخ میں کیل سے ٹھکنی چوٹی تھی تو اس کا چہرہ باہر کی جانب ہلچل کا رخ شارخ کی طرف تھا۔“

”کھوپڑی کا رخ سامنے کی طرف تھا مالک۔“

”اچھا تو پھر یہ والی آنکھ تھی یا وہ والی جس میں سے تم نے کیشے کو گرا دیا۔“ ٹیکراں نے جو پیشتر کی ایک آنکھ پھر دوسری آنکھ کو ہاتھ اٹھا کر پوچھا کہ اس پر بات چار دی طرح واضح ہو جائے۔

”یہ والی آنکھ تھی، مالک، داہنی آنکھ جیسے آپ نے بتایا تھا۔“

اس نے کہا اور انگلی بائیں آنکھ پر رکھ دی۔

”سب اچھا۔ ہمیں دوبارہ کو شش کرنا ہوگی؟“ ٹیکراں نے کہا۔

وہ زمین پر جھک گیا اور کچیلے نشان سے مغرب کی طرف کوئی

تین داغ آگے آگیا اور نشان لگا دیا۔ پھر اس نے درخت سے گر لہان

تک سیدھی لکھیں اور یہاں شش آگے تھپتھپ سے ٹاپا جیسے چلے گیا تھا۔

یہ آخری نشان اس جگہ سے چند گز کے فاصلے پر تھا جہاں ہم کھدائی

کرتے رہے تھے۔

اس نئی جگہ کے پیر گرد اس نے دائرہ بنایا اور ہم دوبارہ گڈائی تھا کر

بٹ گئے۔ میں بہت تھک گیا تھا مگر ایک چالانے طور پر جس کی تشریح میں بالکل نہیں کر سکتا اب میں سمجھ گیا تھا کہ یہ طاقت نہیں ہے اس کی جس میں گہرا اثر ہے۔ اب میرے اندر نہیں جوش و خروش بیدار ہو چکا تھا اور جو کچھ کر رہے تھے اس میں گہری دلچسپی محسوس کر رہا تھا۔ میں اس حد تک غصے کو درانت کرنے کے لیے بے قرار تھا جس کے بارے میں مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میں موجود ہے۔

کوئی اثر نہ گھٹنے متواتر کھداتے رہنے کے بعد ہم تختے کی دھار سے چہرہ پرانے ہو کر گڑ گئے اس مرتبہ وہ کسی طرح ٹپک پڑنے کے بارے میں نہ جو پیشتر کے ٹپک میں آگیا کہ اس کا مختصر سٹلی سے باندھ دے۔ وہ اس سٹلی میں گڑ گیا۔ جہاں ہم کھدائی کر رہے تھے اور اپنے پتوں سے سٹلی چلانے لگا۔ ذرا سی دیر میں اس نے وہاں سے آسانی سے پتوں اور پتوں کا ایک ٹو جیر کا پڑ گیا۔ یہ وہ سٹلی آسان ہے تھی۔ ان کے ساتھ حالت کے جن بھی تھکے اور کچھ خاک، جو ہمارے اشارے کے مطابق اوٹی پتوں کی باقیات ہوگی۔ کہ اس سے ایک گڑھ ہاتھ لگانے سے سٹلی کے اندر سے ایک پتوں کی تلوار بھی نکلی۔ ہم نے اور کھدائی کی تو سونے کی چار اشیاں اور چاندی کا ایک سکہ نمودار ہوا۔

ان کو دیکھتے ہی جو پیشتر کی انجینس بھل گئیں۔ مگر اس کے مالک کے چہرے پر مایوس تھے آثار تھے۔ اس نے ہم سے کہا کہ اس کی کھدائی جاری رکھیں۔ اس کے کچھ سے یہ الفاظ ابھی اٹھتے ہی تھے کہ مجھے کھوکھلی اور میں کچھ کے بی گڑا۔ میز پر لو جے کے ایک کڑے میں پھنس گیا تھا جو کھوکھلی سٹلی میں آدھا مایا ہوا تھا۔

”ہمیں کوئی پرن ٹھنڈا دھاکو لڑی کے اس صندوق کو کھوکھلی رکھنا ہے جو وہاں دفن تھا۔ صندوق ساڑھے تین فٹ لمبا، تین فٹ چوڑا اور دو سا فٹ اونچا تھا اور اتنا جہاز تھا کہ اس کو جیش بھی دینا ممکن نہیں تھا۔ ہم پتوں مل کر میں اس کو سرکانہ کے خوش قسمت سے اس

کو کھانا لیا بہت کھانا ثابت ہوا۔ ہم نے اس کے چنے کھولے اور ڈھکنا اور چاکیا۔ ڈھکنا کھاتے ہی چادری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا، اس پر ہم جیت کے مارے کھٹکنا لگے۔ بے ساختہ ہم نے جو کچھ کھوڑا تھا اس کے اندر لٹین کی رکش لٹائی تو غرات چلنے لگا۔ سونے اور چوڑے کا اچار تھا کہ چادری آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔

بہتر یہی تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو، نوائے کو وہاں سے منتقل کر دیا جائے۔ وہ چورہی تھی اور اگر کسی دن نکلنے سے پہلے کو سامان کھولے جانا تھا اور بہت بھرتی ہے اور مٹری من وچوں سے کام کرنا ہوا۔ ہم نے صندوق کا تھن پر تھان لٹائی کہ جس کے جھڑیوں میں چھپا رہا۔ اس کی حفاظت کے لیے کچھ کو وہیں بھروسہ دیا۔ پھر ہم نے صندوق کو کھڑے سے میں سے نکالا اور سے کر لٹایا کی طرف بٹھے۔ ہم صبح کے دو بجے واپس گھر پہنچے۔ ہم نے تھوڑی دیر آرام کیا اور کچھ کھانا پیا۔ تب جا کر جان میں چالنی آئی۔ تو رہا ہی ہم دو پارہ نکل پھڑے ہوئے اور باقی غرات لانے کے لیے ہمیں مضبوط جہازوں سے کچھ کر لیا۔ کچھ کی جانب روانہ ہو گئے۔ ہم دو پارہ اس درخت تک پہنچے تو کھٹے بھونک بھونک کر ہمارا استقبال کیا۔ ہم بدیاں بھرتے رہے اور وہ اچھل پھانڈ کر رہا۔ آخری مرتبہ ہم کٹھیا اس وقت پہنچے کہ جب مشرق کی جانب سے دو خزاں برسے غور کی لہریں سن کر چوہا چوہا ہونے لگی تھی۔

اس وقت تک ہم بہت تھک چکے تھے، مگر ایسی حالت میں نہیں کہاں آئی؟ اور اس وجہ سے کہ جین بٹھڑ کے بعد ہم آٹھ گھنٹے سے سوئے اور غرات لے کر سامان لے کر گئے۔

صندوق پہنچا پھا اور ہم نے سامان اور اس کی اچھی حالت میں غرات لے کر سامان کرنے میں گزار دی۔ چارے سامان بے اندازہ سال و دولت تھا۔ ساڑھے چار لاکھ ڈالر کو صرف سکوت کی صورت میں موجود تھے۔ کتنے کس نے اسے دور کے تھے، مگر لیکروں کو ان کی موجود

نصرت کا اندازہ تھا۔ چاندی قطعاً نہیں تھی۔ سب سونا تھا بہت چمکانا کھڑا ایسا سونا اور کئی قسموں کا، اس میں سپانوزی، فرانسیسی اور چینی کٹے تھے، کچھ اعلیٰ مقام کے تھے اور کچھ ان ملکوں کے جن کا ہم کو نام بھی نہیں معلوم تھا۔ ان میں امر کی کٹے شامل نہیں تھے۔ جواہرات کی مالیت کا تخمینہ لگانا ہمارے مشکل تھا۔ ان میں ہیرے تھے، نیلے کافی بڑے تھے۔ ایک سو دس کے قریب تھے۔ ہمارے خوب صورت باقوت تھے۔ تین سو دس فرم و اور دیکھیں نیلے۔ یہ سب سے قیمتی پتھر چھوٹی بڑے کٹے چھوٹے تھے۔ اس جگہ سے نکال کر صندوق میں کھٹے والے دے گئے تھے۔ ان کے علاوہ سونے کے بہت سے فرم و تھے۔ سونے کی ایک سو توڑے گز ہاں تھیں۔ ان میں اکثر بہت چمکانی تھیں اور کام نہیں سے رہی تھیں۔ ملکوں کی ڈبیاں سونے اور جواہرات سے بھری ہوئی تھیں ہم نے اندازہ لگایا کہ صندوق کے سامان کی کل مالیت سو لاکھ ڈالر کے لگ بھگ ہوگی۔ بعد میں جب ہم نے سامان فرم و کر دیا صرف تھوڑی سی چیزیں اچھے سے دیکھ لیں، تو ہمیں پتا چلا کہ اس کی اصل قیمت چارے بٹھے اندازہ سے کہیں زیادہ ہے۔

جب ہم نے اپنی دولت کا معائنہ مکمل کیا تو ہم نے اصرار کیا کہ لیکروں کے بنائے گئے اس کو اس درخت غرات کا سامان کیسے ملا۔

”تمہیں یاد ہو گا“ وہ کہنے لگا۔ ”اس حالت میں جب تمہیں کھڑے کی تصویر بنا کر دکھائی تو تمہارے اصرار کیا کہ یہ کھڑے ہی سے ملحق ملحق ہے۔ مجھے اس بہت پر غور آیا، کیوں کہ میں مشغوری میں اچھا خاصا چھوٹی تھیں، مجھے وہ تصویر واپس کی تو میں اسے آگ میں بھونک دیتے تو تھا۔ اچانک مجھے احساس ہوا کہ میرے ہاتھ میں عام کاغذ نہیں ہے بلکہ چرمی کاغذ ہے، کسی جانور کی جھلی کا بنا ہوا۔ ہم نے دو پارہ سے غور سے دیکھا۔ تم میری صحبت کا تصور کر دو کہ مجھے بھی وہاں کھڑے نظر آئی۔ میں اس جگہ جہاں میں

نے کیڑے کی تصویر بنائی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ میں نے کھوپڑی نہیں بنائی ہے اس لیے میں موسم بخاری کے کرکڑے کے دوسرے کونے میں چلا گیا اور اس جرمی کا غڈ کو بطور پھینکے رکھا۔ میں نے اسے اٹھا کر قریبی طرف اپنی بنائی چوٹی تصویر نظر آگئی۔ مجھے معلوم تھا کہ میں نے جب اس مکڑے کو اپنی جیب سے نکالا تھا تا کہ اس پر کیڑے کا خاکہ بنا کر تصویریں دکھاسکوں، تو اس وقت اس پر کچھ بھی بنا چکا نہیں تھا۔ یہ ایسا عجیب تھا جس کا جواب میرے پاس نہیں تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اس بات پر اس وقت تک اصرار نہ دوں جب تک کہ میں کرکڑے میں بالکل اکیلا نہ ہوں۔

”جب تم خطا چوکر چلے گئے اور جو چیز بھی سونے کے لیے لیٹ گیا، تو میں نے اپنے ذہن میں ان تمام واقعات کو دہرایا اور وہاں سے طرہ درج کیا جب مجھے کیڑے کو پکڑا تھا اس وقت سے لے کر جرمی کا غڈ پر کھوپڑی کے نشان کی دریافت تک۔ جب میں نے اس کیڑے کو حاصل کیا تو اس سے حاصل کیا تھا۔ جب سے کوئی میل بھر دور۔ جب میں نے پہلے پہل اسے پکڑا تو اس نے مجھے ٹپے زور سے ٹھک مار دیا اور میرے پاؤں سے جھوٹ گیا۔ جو پیشتر سے کیڑے جوئے زیادہ احتیاط برتنے لگا۔ اس نے اس کو دھڑکنے اور کوئی سونکا پٹا یا بیس ہی کوئی چیز میل بدلے جس میں پیٹ کرکڑے کو پکڑے۔ اس نے یہ جرمی کا غڈ اس کی دیت میں دبا چھوڑ دیا۔ ایک بخارانی کشش کے ٹوٹے پھوٹے ڈھانچے کے پاس۔

”جو پیشتر نے جرمی کا غڈ سے وہ کیڑا پکڑ لیا اور اس میں پیٹ کر مجھے دے دیا۔ جب ہم ٹھکر چلنے کے لیے روانہ ہوئے اور راستے میں چلنے کا السر چلا۔ میں نے اسے وہ کیڑا دکھایا اور اس نے مجھ سے وہ انگ لیا کہ اپنے کرکڑے میں جا کر کاغذ پر اس کا مسائنہ کر سکے اسے معلوم فطرت سے بہت گہری دلچسپی ہے۔ اس لیے میں نے اسے کیڑا مستعار لیا۔

دیا اور اس کے حوالے کر دیا، یہ خیال نہیں کیا کہ وہ جرمی کا غڈ میری جیب میں بھی رہ گیا ہے۔

”تھیں یاد چو کا کہ جب میں منہ کے پاس گیا کہ کوئی کاغذ لے کر تھا دے دے لیے اس کا خاکہ بنا دوں تو مجھے کاغذ نہیں ملا۔ میں نے اپنی جیبوں میں تلاش کیا اور یہاں میرے پاؤں لگا کر میں نے جھاڑ جھٹک کر اسے وہی استعمال کر دیا۔

اس صحت خرابے جانے کے بعد میں یہی سبب بھاری تھا اور میں نے اندازہ لگایا، چاہے تم اس کو جیب ہی کیوں نہ سمجھو کہ ان سب کے درمیان کوئی تعلق ہو گا۔ یہ کیڑا جرمی کا غڈ اور شکست کشی، دو باتوں نے میرے اس یقین کو پختہ کیا۔ میرے بنائے ہوئے خاکہ اور کھوپڑی میں ملنا بہت اور حذر وہ جرمی کاغذ۔ تصویریں تو چاہے کہ جرمی کاغذ طلب نہیں ہوتا۔ اس لیے اس پر صرف اہم جرمی باتیں لکھی جاتی ہیں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اس پر کوئی اہم بیانیہ درج ہے مجھے یہ سمجھا اندازہ ہو گیا کہ اس بیانیہ کا کوئی نہ کوئی تعلق جرمی لڑاؤوں سے چو کا کیوں کہ کھوپڑی کی تصویر کو وہ اکثر اپنے نشان کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ میں بج میں بدل گیا۔ ”تم تو کہہ رہے تھے کہ جرمی کاغذ پر اس وقت کچھ بھی نہ تھا جب تم نے اس پر کیڑے کا خاکہ کر لیا۔ پھر اس مجھے کو کیسے سمجھاؤ گے؟“

”اے! اس مجھے کو سمجھانے میں کوئی مشکل نہ ہوئی، مجھے یاد ہے کہ اس صحت بہت سردی تھی اور ہم نے آگ جلا رکھی تھی۔ تم آگ کے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے جب میں نے جرمی کاغذ تھا دے دے دے کر کہا پھر آگ لگتا ہوا آیا اور تم نے کاغذ لگا دیا۔ آتش دان کے بہت قریب۔ جب میں نے یہ سوچا تو حیران آیا کہ آگ کی گرمی کی وجہ سے یہ تصویر نو داہ ہو گئی ہے۔ اس جرمی کاغذ کا داہ، لفظ نہ آنے والی روشنائی میں عیاں ہوا تھا۔ تم تو جانتے ہو کہ بعض ایسے مرکبات ہوتے ہیں جن کی روشنائی

سے کاغذ یا جھتی پر کچھ لکھ دیا جائے تو صرف اسی وقت نمایاں ہوں گے
سب انھیں آگ کے سامنے کر دیا جائے۔

میں نے اس چرمی کاغذ کو آگ کے سامنے دکھا، اور بکے جتنے میں
کھوٹری کے نقش و داغ صبح ہو گئے۔ ذرا اسی بجے کے بعد سیدھے ہاتھ کے
کوٹے میں ایک شکل بصرے لگی جسے میں نے پہلے کبھی کبھار دیکھا مگر پہرہ طور
سے، لیکن یہ معلوم ہوا کہ کبھی کا بچہ ہے۔

کبھی کے بچے کا نام میں کوں نہیں دیکھ کبھی کے بچے اور غر غر
بھری قزا قبول میں صلا کیا تعلق؟

پکستان کچھ کھانے والا، تمہارے پکستان کچھ کا نام سنا ہوا، کتا اور چرمی
کبھی کے بچے کو بھی کہتے ہیں۔ یہ تصویر چرمی کاغذ پر اس طرح بنی ہوئی
تھی کہ میں نے شبیر دیکھا کہ یہ استعمال کی جگہ ہے، میں سمجھ رہا تھا کہ باقی عبادت
بھی ہوگی جو کسی اہم مقام پر مشعل ہوگی۔ اس شام بے درجے ایسے آواز آئے
ہو رہے تھے کہ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ کوئی بڑی دولت ہاتھ لگنے
والی ہے۔ ذرا سوچ کر اس قلم بردہ کی طرف گئی تھی اور اس شام آگ
جلا کر چرمی تھی۔ اگر تھک نہ ملتی ہوئی اور میں اس دشت جب کبھی کبھار کا
خاکہ دیکھ رہے تھے، کتنا حصار عاویہ نہ دیکھتا تو اس کھوٹری کی اسط
ہوتا نہ یہ غرات ہاتھ لگتا۔

پکستان کتا اور اس کی دولت کے تھے لوگ اب تک سمجھتے ہیں اس
نے لوٹ مار کے لیے تمام شاد دشت جمع کر لی تھی۔ لوگ کہتے آئے ہیں کہ اس
نے سارا مال بھاڑا تو اس کے ساحل کے پاس کہیں نہ رہتا میں کا تو رہا تھا
سب سے دگولہ نے اس دولت کو تلاش کیا مگر یہ کسی کے ہاتھ نہ لگی۔
کچھ نہ جانے کیوں یہ نہیں ہو گیا کہ عجیب اتفاق سے چرمی کاغذ جو میرے
ہاتھ لگا ہے اس پر پکستان کتا کی دولت کا آستانہ اور دشت۔

میں نے چرمی کاغذ کو دوبارہ صحرے دیکھا، کچھ ایسا نکلا کہ آگ
کی گرمی نے چرمی پر غر بر کو داغ صبح نہیں کیا ہے۔ کچھ خیال آیا کہ وہ سیلا

کچھ ہو گیا ہے اس لیے آگ کی تپش اپنا پردہ اٹھائیں، دکھا دی ہے۔
میں نے اسے گرم پانی سے دھو دیا، پھر اسے دوبارہ آگ کے سامنے
کر دیا۔ جو غر بر آگ کے سامنے آئی وہ صرف ہندوؤں پر مشتمل تھی۔ یہ
کہ کبھی کبھار نے وہ کتا میرے سامنے کر دیا۔

میں نے ایک نظر اسے دیکھا اور کہا کہ یہ عجیب پکستان ہے میرے
قواک بچے نہیں پڑا۔

لیکن اس کچھ والا اس کے باوجود یہ مشعل نہیں ہے۔ کچھ اس طرح
کے جتنے مل کر کے کاغذی ہوا ہے، میرے خیال میں انسان کا ذہنی کوئی
ایسا پکستان بنا سکتا ہے جسے کوئی دوسرا آدمی طے شدہ قاعدوں اور
اصولوں کے شیک شیک استعمال سے مل نہ سکے۔ میں نے خام
ہندوؤں کو لیا، اور یہ کچھ کے بعد کہ کوئی سا ہندو کشتی یا راستہ بنا
ہے، اس کی جگہ صرف دیکھنے شروع کیے، اس عبادت میں وہ کا ہندو
سب سے زیادہ استعمال ہوا ہے، اگر تھری میں E کا حرف سب سے
زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ میں نے E کی جگہ E دیکھا، عرفیہ کا اعلیٰ
مقرر ہوئی کیا قوی عبادت بنی:

بیب کے محل میں شیطان کی کرسی پر محمد و شریف اکابر اس زامیہ
— شمال مشرقی سے شمال — ٹری شاخ ساتویں شاخ مشرق کی طرف
— کھوٹری کی داہلی آنکھ سے اشارت پیدنگ — درخت سے سیدھے
پچاسی فٹ کے لشان ایک۔

میری کچھ میں قواک بھی نہیں آیا؟ میں نے کہا۔

سمجھ میں تو میری بھی نہیں آیا تھا، نیکوٹا نے کہا۔ جلد ان کے
بعد کچھ خیال آیا کہ اس جزیرے پر بیب نام کا ایک پرانا خانقاہ بن
کر رہا تھا۔ وہ جزیرے کے شمالی حصے میں ایک پرانے مکان میں رہ کر
تھے۔ میں نے دونوں جاگہ ہاں کے مقامی باشندوں سے پوچھا کچھ شروع
کی۔ آخر میں ایک بوڑھی عورت ملی اس نے بتایا کہ بیب کے

محل کا نام مٹا ہوا ہے اور وہ محل نہیں ہے۔ ایک چٹان ہے۔ وہ مجھے وہاں لے جا سکتی ہے۔

اس بوڑھی عورت نے مجھے اس چٹان تک پہنچا دیا۔ عورت کو میں نے انعام و اکرام سے کر دہشت کیا اور اس جگہ کا جائزہ لینے لگا۔ ایک اونچی چٹان محل کی طرح لگ رہی تھی۔ میں کئی بار اس پر چڑھا اور آگے بڑھا مگر کپتان کے پیغام کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ پہلے اس چٹان کے ساتھ ساتھ ایک چل سی گڈنڈی نظر آئی۔ یہ کڑی اور ڈھار دار جگہ تھی اور اسے چڑھا۔ ہر ایک ایسی چٹان پر جا کر منت پر ہوتا تھا جس کی قدرتی شکل کرسی جیسی تھی۔ چٹانوں میں بنی ہوئی کرسی! یہ تو کچھ عجیب تھا کہ یہ چٹان کی کرسی ہے جس کا ذکر پیغام میں موجود ہے۔ اب مجھے اندازہ ہوا کہ عیب کیسے ہو رہا ہے!

مردہ پیشے کا مطلب ہوا بھی اور زمین دیکھوں کہ برائے مواقع دور ہیں کے لیے یہی الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ میری کچھ سی۔ یہ آیا کہ چٹان کی کرسی پر بیٹھ کر دور زمین استعمال کرتا ہے۔ ان تینوں ذریعے اور شمال مشرق سے شمال۔ اس سمت کے بارے میں جاہلانت تھیں جو دور زمین کو گھماتا تھا۔ یہ اندازہ لگا کر میں گھر گیا اور دور زمین لے کر وہاں پہنچا۔

جب میں وہاں آیا تو میں سجدہ کیجا کہ چٹان کی کرسی پر ایک پہلو سے ہی بیٹھنا ممکن ہے۔ میں نے دور زمین دھاک کر کیا تیس دور چلے گا ذرا اور تلاش کیا اور دور زمین کا رخ اس طرف مڑا دیا۔ اس فاصلے سے بھی مجھے اندازہ سا درخت نظر آ رہا تھا۔ اس پاس کے درختوں سے بہت بڑا۔ اس درخت کی پھانگ پر ایک سفید وحتہ تھا جو پہلے پہل میری کچھ میں نہیں آتا۔ میں نے دور زمین کو گھمایا تاکہ حاتم نظر آئے تو چاچا کو کہہ دیا کہ وہ انسانی کھڑکی ہے!

تب مجھے خیال آیا کہ غریبی ساراغ سے اقرب شائع مغرب کی طرف۔ ان الفاظ سے درخت پر کھڑکی کی جگہ کی نشان دہی ہو رہی تھی اور

باقی مہانت کے مطابق اگر اس کھڑکی کی داہن آنکھ سے نشانہ بانٹ کر کوئی چکر بھینکی جائے تو وہ جس جگہ گرے گی اس سے سمت کا تعین ہوگا۔ اگر درخت سے پاس فٹ آگے تک اس سمت سے جی لکیر جائے جائے تو یہ وہ جگہ ہوگی جہاں غلام دفن ہے۔

میرے خیال میں پہلی مرتبہ ہم نے وہ جگہ اس لیے نہیں پائی کہ چڑھنے کے لیے وہاں جس آنکھ کے جلسے بائیں آنکھ کے گمراہ ہائیں نے اندازہ لگا دیا۔

بال بالکل یہی ہوا خدا کا شکر ہے کہ ہم نے پہلی ناگامی کے بعد تلاش ختم نہیں کر دی۔

میرے آئین میں ایک اور سوال پل رہا تھا۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ تم چار اس موقع کے لیے اس کڑے کو کیوں استعمال کر رہے تھے؟

یہ تو یہ ہے کہ میں اس بات سے غریبی تھا کہ تم مجھے بالکل کھینے لگے تھے۔ میں نے سوچا کہ مجھے طریقے سے تھیں غلام چکھانے کے لیے سونے کے کڑے کو استعمال کر کے سادے سفر کو پناہ سوار بنا دلوں۔

تم اپنے اس مقصد میں کامیاب رہے۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ تم چاروں جو کھینے ہو۔ لیکن ایک بات اب بھی میری سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کڑے میں دو ڈھانچے کیوں پڑے ہوئے تھے؟

لیکھنا کھینے لگا۔ اس سوال کا میرے پاس جواب نہیں ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ غریبی جو لٹا لٹا سی وحتہ تو نا صحیح ہے کہ کپتان کتے کسی کی مدد سے اس خزانے کو دفن کیا ہو۔ غلام اس نے فیصلہ کیا ہو گا کہ شخصوں نے اس کی مدد کی ہے۔ انھیں زخم نہ چھوڑے گا کہ اس کا راز محفوظ رہے۔ اس نے انھیں موت کی گھاٹ اتار دیا اور وہ وہیں خزانے کے ساتھ دفن پڑے رہے۔ یہاں تک کہ کئی صدیوں بعد ہم نے ان کا راز پالیا۔ یہ میرا خیال ہے۔ اصل حقیقت خدا ہی کو معلوم ہے۔

یا نہیں لے لیں۔ ایک اور لازم آیا اور مجھے اپنے انگ کے پاس لے گیا۔
 سمجھ نہ جانتے تھے یہی اندھیرے کروں اور ہر آئینہ سے گزرتے ہوئے
 وہاں بیٹھے، بیٹھ بیٹھوں پر میری ملازمت خاندانی سدا کی سے ہوتی۔ مجھے
 اس کی ذمہ داری ایک آنکھ نہ پھائی، اس نے بڑی تیزی سے اپنا امر
 بتایا اور محبت میں وہاں سے چلا گیا۔ آخر کار کوئی مجھے میرے دوست کے
 کہنے تک نہ آیا۔ حق وہی کہہ رہا تھا جس کی محبت سب کو اپنی حق سمجھا کر
 ہر طرف تھیں۔ تنگ اور اوپر سے گول۔ اس کی تنگ تھیں آنکھیں کہ
 کہتے ہیں نورانی روشنی آپا قہ واداد پر گہرے رنگوں والی، گہرے تصویر کی
 شکل ہوتی تھیں۔ کہتے ہیں سب سامان تھا سب پرانا گہرے رنگوں
 والا سب سے دھار و غلبہ حالت میں، دھار و غلبہ سب سے گہرا، اور
 ہر سطح کے ساز گہرے میں تھے، لیکن اس طرح سے کہ جیسے کہتے
 کے ملک میں گواہ میں کوئی خاص اور گہری نہ ہو۔ مجھے ایسا دکھ کر میں اس
 کے گہرے میں گھڑا ہوا ہوں۔ سارے کہتے میں اس کی خفا طاری تھی۔
 میں داخل ہوا تو ستر ایک صوفی نے پرستار ٹھا جہاں وہ ڈیرہ لگا
 ہوا تھا اور ٹھوکر دیا پناہ انداز میں مجھے خوش آمدید کہا۔ مجھے ایسا لگا
 کہ اس کے اندر میں گہرے زاوہ میں گر کر چلنے سے، لیکن اس کے پیچھے
 نے مجھے باور کر دیا کہ اس کا پہلا اس کے دل کی گہرائیوں سے نکلا
 ہے۔ ہم دونوں وہیں بیٹھ گئے اور گفتگو کی اور تنگ میں اسے محبت
 اور انصاف کی مٹی ملی گئی تھی میں دیکھتا رہا، وہ کسی قدر دل گیا تھا، میں
 اپنے بڑے دوست و دوڑا کہ نہ کوئی مشکل نہ پائی۔ اس کا رنگ بالکل
 ہی میلہ پڑ گیا تھا، اس کی غیر معمولی طور پر انہری ہوتی آنکھیں بڑھائی
 ہوتی تھیں، اس کا زبان تاریک تھا مگر بہت چمکا۔ اس کی ہانگ شہر اس
 تھی اور یہ ہے کا کتا بھئی، مگر اس کے لہجہ میں ایسی نزاکت تھی اور ضبط
 کردار کے کوئی کر لایہ نہیں کرتی تھی۔ اس کا ماضی چمکا تھا اور اس کے
 بال نرم تھے یہ چہرہ ایسا تھا کہ ساری سے بھلا یا نہیں جاسکتا تھا۔ لیکن

اس پر نہ لے کی اتنی کر دہی ہوئی تھی کہ میں تنگ میں چڑھ گیا کہ کیا یہ
 دیکھا میرے بچپن کا دوست ہے۔ اس کے چہرے کے ہر ہر نقش سے بچپن
 پر ایشانی اور خوف تنگ رہا تھا۔

مجھے اپنے دوست کے لڑکپن کی کچھ ایسی باتیں یاد تھیں جن کا سرف
 اس انجمن سے مل رہا تھا، میرے سامنے بیٹھا میرا آدمی بے حد انصاف لڑکا
 تھا۔ لہجہ میں اس وہ جلد گہرا چاہا تھا۔ وہ بہت جلدی، بہت کی حالت
 سے کہ ام ٹاپ چاہا اور گہرے سم بڑھا جاتا تھا، اس کی آواز بے لطفی سے کہو،
 معلوم ہوتے ہوئے برا بھلا اور بھلائی ہو جاتی۔ وہ سب ہر طرف کی حالت
 میں ہوتا تھا اس کی آنکھیں کدہ میں میں تھیں، اس وقت اس کی آنکھیں
 ہر طرف کی حالت معلوم ہوتی۔

اور میں وہ بچہ تھا میں میں ۱۴، وقت اس نے کچھ سے بہت کی، وہ
 بڑے جوش کے ساتھ سب صف کے مقصد لگا رہے تھے کی اس کی خوشی
 اور میرے کہنے سے اپنی خوشی کا ذکر کرتا رہا۔ اس نے بڑی تفصیل کے
 ساتھ مجھے بتایا کہ اس کے اپنے خیال میں اسے کہا جاتا تھا کہ اس
 نے کہا کہ جہ نوبہ ہوتا ہے لیکن یہ شروع سے اس کے خاندان پر
 غصہ کا اثر تھا اس میں ہے اور اس کے خیال میں "عزت ہے، میں
 بنادہی نے اس کی سنی عمر کر رہی تھی۔ وہ کچھ گھبراہٹ نہیں سکتا تھا، سچ
 بالکل بھلا، وہ بچہ لڑکوں سے کہتے تھے کہ اس میں غصہ ہے تو اس کی لڑائی
 پر دوڑتے شروع تھے، اس کی آنکھیں گہرے رنگ کی تھیں اور اس کی آنکھیں
 ہر وقت نہ کوئی تھیں، گہرے رنگ کی تھیں، اس کی آنکھیں گہرے رنگ کی تھیں،
 ماضی کی حالت سے وہ بچہ تھا

اس قدر انصاف، اس کے ہاں تھا کہ اسے نہ لے پھر چکا ہوا
 نظر آتا ہے، یہ ایسا لگا کہ وہ کسی نامعلوم شخص کے طرف سے لڑا ہے،
 جس شخص کو ایک ہی صورت سے کہتے تھے۔ خوف۔

مجھے اس کے آنکھوں اور اس کے، اسے اس معاملہ سے براہ راست کہا

کی اور جتنی حالت کے بارے میں مزید پتہ چلا۔ یہ احساس اس گھر کے بارے میں تھا۔ وہ کئی برس سے اس ایران میں رہ رہا تھا۔ کہیں باہر نہیں جاتا تھا اور سب سے ایسا لگتا کہ یہاں کوئی اور نہیں اسے قید کیے ہوئے ہیں۔ اس ایران کا اندر جیسا یہ حکایت اور یہ جھیل میرے دوست پر طوفانِ انکسرت صریح گہرہ ہیں انھیں۔

اس نے یہ طرہ دیکھا کہ اس کی عجیب و غریب باریکدلی سبب اس کی باریک بین کی بنا پر اور پہلی بار ہی بھی ہو سکتی ہے۔ یہ بین کئی برس سے اس کی دوا حد ساقی تھی۔ وہ اس کی بھڑکی رہ گئے اور بھی تھی۔

اس نے بے حد داس لیے میں کیا کہ اس کی محبت کے بعد میں صدیوں پہلے اس طرح خاندان کا تصور فرد رہا تھا گا۔ میں لکھنؤ میں میڈیسن کے اسٹوڈنٹ تھا وہ یہ کہ رہا تھا تو اس کی بین لکھنؤ میں میڈیسن کے اسٹوڈنٹ تھا اسٹوڈنٹ سے اسٹوڈنٹ سے گزری۔ ایسا لگا کہ اس نے مجھے دیکھا نہیں ہے۔ اور وہ کچھ کہتے بغیر وہاں سے غائب ہو گئی۔ میں نے حیرت اور خوف کے طے طے جذبات سے اس کی طرف دیکھا۔ نہیں معلوم کیوں۔ اس کو وہاں سے غائب ہونے دیکھتے وقت اس میں ایک عجیب جوں لگا جھٹکے کی شدت سے مطلوب ہو گیا۔ میں نے اپنے دوست کی طرح رینگ کر نظر اس کے اپنا چہرہ دیکھو وہاں تصور میں چھپا ہوا احساس کی بنا علیحدگی پر آکر رہ رہے تھے۔

لیڈی میڈیسن کی بہاری ہسپتال سے اس کے معالجین کو حیران کر رہی تھی۔ وہ تھکی چار ہی تھی۔ جن دن میں اس ایران پہنچا اس دن میڈیسن کو مجھ پر جست میں آرام کرنا تھا۔ اس میں اس کی طاقت تھی۔ کچھ تھی کہ چل پھرتے۔ لیکن اس کے جواب نے جاہد اس مختصر جھلک کے علاوہ اس سے وہ نہ دیکھ پاؤں گا۔ اب سے وہ اپنے گھر سے رہی ہیں۔ ہے گی اور کمرہ دہری کی دوجہ سے کسی سے علاقہ نہ کر سکے گی۔ اس کے بعد کئی دن تک نہ ہو گا کہ نہ لے نہیں ساس کا ذکر بہا ہیں

سادہ سادہ ان اپنے دوست کا دل بیلے کی کوشش کرتا رہا۔ بہا کچھ بچہ کر تصور یہ دیکھتا ہے اور کتا ہیں پڑھتے ہیں۔ کئی مرتبہ میں نے اسے گٹار پر عجیب و غریب نوٹیں بیلے پڑھنے کے خند میں اسے غور سے دیکھتا رہا۔ کچھ صاف نظر رہا تھا کہ غرض کے بیلے کے محض لیے ہیں۔ اس کی اصل کیفیت یاس اور چولانک بھوری کی ہے۔

مجھے جیسا یاد ہے گا کہ میں نے کتنے ہی تنہا گھنٹے اس طرح ایران کے مالک کے ساتھ تنہا گزارے۔ مگر مجھے عجیب سے عجیب معلوم کر آخر میں نے کیا بات کی یا یہ وقت کیسے گزارا۔ مجھے صرف اٹھ سیدھی باتیں یاد ہیں۔ اس کی ٹیبل پر جو شاعر ہر سیدھی میرے کاروں میں گھر جھکی رہیں گی۔ مگر ان کا مطلب یہ ہے کہ میں سے محو ہو گیا ہے۔ مجھے وہ ہشت بھری تصویر یہ یاد ہیں جو اس نے بنا ہیں۔ مگر مجھے نہیں معلوم کہ ان کا مطلب کیا تھا۔

ایک شام دو ڈاک شرف مجھے بتایا کہ اس کی بہن مر گئی ہے۔ اس نے کہا کہ اس کا ارادہ ہے کہ اس سے پہلے کہ تین کی قربت آئے وہ اپنی بہن کی لاش کو چھوہاں تک محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ اس ایران کے تہ خانوں میں۔ اس نے کہا کہ وہ یہ اس لیے کر رہا ہے کہ اس کے معالجین۔ جو اس بیمار کی پرورش و پخت میں مبتلا تھے۔ لاش کا تفصیل معائنہ کر سکیں۔ میں نے سوچا کہ یہ کوئی خاص مقصد خیال ہے۔ جس معاملے کو میں نے دیکھا تھا اس کا کوئی اور کچھ عجیب معلوم ہوا تھا مگر میں نے سوچا کہ دوسرے معاملے بھی تفصیلی معائنہ کر لیں تو یہ معلوم ہوجائے گا کہ اس کی موت کا سبب کیا ہے۔

اور کتنے مجھے سے کہا کہ اس کی بہن کی لاش کو منتقل کرنے میں مدد دوں۔ جس تہ خانے میں لاش کو رکھا گیا وہ سنگ ۱۰ درجہ اور سینوں ذرا تھا۔ اس میں ان جگہوں کی تفصیل پوچھی ہوئی تھی جو بہت عرصے بعد جتنی میرے اس میں گہرا کھل کی تھی اور وہ صدمہ

روا سفلی ان مہر بنیوں سے آ رہی تھی جو ہم وہاں لے کر آئے تھے۔ یہ چٹانوں
میرے کمرے کے عین نیچے تھے۔
پہلی دفعہ مجھے آواز دیا کہ لڑکی سیٹی لہیں اپنے بھائی سے کس
قدر ملحق جلتی ہے۔ روڈ روک کے جیسے میرے خیالات چڑھ لیے۔ اس
نے کہا کہ سہم وہ تو ان جڑواں تھے اور ہمیشہ ایک دوسرے کے بہت
قریب رہے۔ سہم زیادہ وہ بڑا ہواں چلیا تھا۔ چڑھانے کا بھانسی
دور آواز بند کر گیا اور اوپر لوٹ آئے۔

اب اس کے چند دن بعد میں نے اپنے دوست میں بڑی حید لہی
ممنوس کی۔ اس کی روزمرہ کی عادات بالکل بدل گئی تھیں۔ وہ
باقلوں کی طرح ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں پھرتے جاتا تھا۔ اس
کا رنگ پہلے سے بھی زیادہ زرد ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں کی وہ
چار ایک رنست چوڑائی تھی اور وہ بے رونق تھیں۔ وہ اپنی آواز
پر قابو نہیں رکھتا تھا۔ بعض دفعہ مجھے ایسا لگتا کہ وہ جیت کر رہا ہے
کہ مجھے یہ چارے کر اسے کیا رنگ ہے۔ بعض دفعہ لگتا کہ وہ چاکلی
ہو رہا ہے۔ کبھی میں اسے غلاؤں میں بے مقصد گھومتے ہوئے پاتا۔
جیسے وہ کسی آواز کا انتظار کر رہا ہو۔ اس میں صحت کی کوئی بات
نہیں کہ اس کی حالت نے مجھے وجد کیا۔ یہ صرف اب میری چڑچڑاہٹوں
آترنے کا تھا۔ ایش کی عجیب و غریب حرکتوں کا اثر مجھ پر نہیں ہو رہا تھا۔
لڑکی سیٹی لہیں کو شہ خانے میں رکھ دینے کے بارے میں رائیوں
ہمہمیں نے اس صورت کی ملوث کیفیت کو اپنے اندر ممنوس کیا۔ میں
نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پانے کی کوشش کی۔ میں نے اپنے آپ کو یہ اور
کرنا چاہا کہ یہ کہنے کا کہنا جانان اوٹ چلا گیا۔ ممنوس پر اور پھٹ پڑنے
پر وہ میں ہو مجھے پریشان کر رہے ہیں۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ہر چ
اگر میرا اثر نہ جڑھا جا رہا تھا۔ مجھ ایک جیسا رنگ اور میرے کانوں میں
آئی۔ مجھ سے کہیں اور خوف ناک آواز۔ میری کچھ میں نہ آ کر یہ آواز

کہاں سے لڑکی ہے۔ میں نے ہلڑی سے کپڑے پہنے۔ مجھے اندازہ ہو گیا
تھا کہ اب نیند آنا محال ہے۔ اپنے پریشان ذہن کو پر سکون کرنے کے
لیے میں کمرے میں آگے بچھے بیٹھنے لگا۔

میں یوں ہی ٹھیل رہا تھا کہ میں نے اپنے کمرے کی طرف آنے والی
سیٹی سیوں پر ایک ایٹھ تھی۔ اندازہ میں میں نے بیجان بیا کر دوڑا کہ
اسٹر کے قدموں کی چاپ ہے۔ پھر وہ گھبرائے ہوئے انداز میں
میرے دروازے پر دستک دینے لگا۔ میری آواز میں کروہ چراغ ہاتھ
یوں کیے ہوئے اندر داخل ہوا۔ اس کا رنگ کو خروار بن سے سفید تھا مگر
اس وقت اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ ان میں
خونریوں کی سی چمک تھی۔ وہ بڑا ہونا گ لگ رہا تھا۔ مگر میں
میں تنہا لکے گزر رہا تھا۔ اس میں تو کوئی بھی سہارا نصیبت تھا۔ میں
نے بہت خوشی کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔

مگر تو نے اسے نہیں دیکھا۔ چند لمحوں تک غلاؤں میں خامو سنی
سے نکلنے کے بعد وہ جاگ بول اٹھا۔ اچھا، تو ختم نے اسے نہیں دیکھا؟
زارا صبر کرو۔ تم بھی دیکھ لو گے۔ یہ الفاظ آواز کے اس نے میری استیلاط
سے چارے بچے رکھ رکھ اور تیزی سے جا کر کھڑکی کھولنے لگا۔

باہر چمکے جھکڑا ہل رہے تھے اور کھڑکی کھل گئی تو ایسا دکھا کہ
زواں ہیں ان اسے بے چارے کی۔ ملت خوافی تھی مگر جاکسی صبر۔ آسان
پر بادلوں کے چرسے اٹھتے چلے جاتے تھے۔ اور ابدان لہا جی جھٹوں
سے لکھاتے ہوئے ممنوس چڑھ رہے تھے۔

مگر اس طرح اپنے آپ کو پریشان نہ کرو۔ میں نے کانپتے ہوئے
کہا۔ میں وہ رنگ اندر نہ کھڑکی سے چٹا کر کس تک لے آیا۔ کھڑکی
بند کر دینا چاہیے۔ ٹھنڈی ہوا تمہیں نقصان کرسے گی۔ اور تمہاری
پہلو کی ایک کتاب دیکھو۔ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں گا۔

میں وہیں بیٹھ گیا اور بلند آواز سے کتاب پڑھنے لگا۔ مجھے امید

تعلیٰ میری آواز اس کے مضطرب اعصاب کو بچ سکون کو سے گی۔ باہر جوامیں اور میری آگئی۔ اور آپس کو خدا لیکھنا چاہتے نظر آیا۔ بکل زور سے لڑکی۔ میں جو کہانی کہتا تھا وہ اس موڑ تک پہنچی تھی کہ میرا دکان اپنے دوست کے مکان میں داخل ہوئے کی اجازت نہیں ملتی۔ اسے اس وقت آگیا کہ وہ دروازے کوڑے ڈالنا تھا۔ اور جوں ہی اس نے یہ کہا میری خون تانک چٹخیں سنائی دینے لگیں۔ میرا دکان اپنے دروں کافروں پر ہاتھ رکھنے پڑے۔ آواز اس کو درد و جنت ٹانگ تھی۔

میں اس کوڑے تک پہنچا تو رڑھ سے بڑھنے لگا گیا۔ میں نے کتاب سے نظر ہٹا کر صبرت زور و حشمت کیساتھ آواز دیکھا۔ کیوں کہ بالکل دشمنی جی آواز میں کیجئے سنائی دینے لگیں۔ کیجئے نہیں معلوم کہ وہ آواز میں کہاں سے آ رہی تھیں مگر کیجئے ایسا لگا کہ آواز میں گھر کے نیچے تھے۔ وہ کہیں سے آ رہی تھیں۔

جو کہ میں نے سنا۔ میں اس سے بہت ڈر گیا تھا۔ مگر کچھ کو انسانا پریشانی تھا کہ میں نے ساتھی پر اپنا خوف ظاہر کر کے اسے مزے ہو چکا تھا۔ دکانوں۔ کیجئے یہ کبھی یقین نہیں تھا کہ اس نے یہ آواز میں بھی سنی تھی۔ حالانکہ اس کے چہرے کا تاثر کبھی گت بدل گیا۔ اس نے اپنی کرسی کا رخ موڑ دیا۔ وہاں تک کہ وہ دروازے کے عین سامنے ہو گئی۔ کیجئے اس کا چہرہ محض ایک جانب سے نظر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے جوت کھینچا رہے تھے۔ اس کی گردن کو حاکم تھی۔ لیکن کیجئے معلوم تھا کہ وہ سوچا نہیں ہے۔ اس کی آنکھیں تھلی تھلی اور سامنے تک رہی تھیں۔ اس کا جسم غرق نظر رہا تھا میرے بڑی تکلیف میں میر۔

ایک ہی نظر میں یہ ساری کیفیات بے انتہا کیجئے کے بند میں نے قبضہ کیا کہ دوسرے بڑھنا چاہی رہا تھا۔

پھر اے جیادوں طرف نظر دوڑائی کہ کوئی حقیقت نظر آجائے۔ اس نے دل آہ پر کھٹا زور دیا۔ بکتر شکن ہوئی دیکھیں اسے اسے بڑھا۔

دیوار سے زور اتارنے کی کوشش میں وہ دیوار سے نکل کر فرش پر گر گئی اور فرش سے ٹکرا کر زور سے بچ گئی تھی۔

یہ اتفاقا میرے قبضے سے نکلے ہی جوں کے کہ میں نے بالکل ایسی ہی آواز سنی جیسے میرا ہی جسم کوڑا بکتر شکن پر گر رہی تھی۔ میں گھر آ کر جب اٹھا۔ وہ ڈرک اٹھ کر تھکھا ہوا ہوا ہوا۔ اس کی آنکھیں سامنے تھکے جا رہی تھیں۔ میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا تو اس کا سارا بدن کانپا اٹھا۔ اس نے مجھے سرگوشی میں کچھ کہنا شروع کیا۔ اس کے جوشنوں کے پاس اپنے کان لے جا کر میں نے مستجاب کہیں جا کر میری آنکھ میں اس کے لفظ کا خوف ٹانگ مفہوم آیا۔

نہیں سنا؟ ہاں میں اسے سن رہا ہوں اور نہ جانے کتنے طویل لمحوں اور گھڑیوں سے سنتا آیا ہوں۔ مگر میری جنت نہیں چڑی دوسے انفسوس میں میں کیسا محنت پرور میری جنت نہیں تھی کہ اس گھڑیوں کا وہ زور تھا جب پہلے اسے نہ ملے میں اتنا مارا اسے کھڑکی کے ساتھ وہاں محنت کرتے ہوئے میں کئی دفعوں سے سس رہا ہوں۔ مگر میری جنت نہیں چڑی کہ کچھ کہوں۔ یہ کہانی جو تم ابھی کہہ رہے تھے۔ مکان کے دروازے کا ٹوٹنا۔ یوں کیجئے کہ وہ تھکی اور تھکے۔ وہ دروازے کوڑے کی کوشش کر رہی تھی۔ اور میرے کے کھڑکیوں سے زور مارا تھا۔ اسے میں کیا ہاں جاؤں؟ کیا میں نے سسٹری میں پہاڑی کے قدموں کی آہ۔ بٹ نہیں سنی؟ اس کے دل کا دھڑکن میرے کانوں میں نہیں گونج رہا؟ دیوار اسے کہتے ہوئے وہ دیوار زور پھیل کر کھڑکی چوڑی اور پھیلنے لگا جیسے اس کی روح جسم کی جا رہی تھی۔ دیوار اسے میں قسم سے کہتا ہوں کہ وہ اس وقت بھی دروازے سے کھڑکی ہے۔

اس کے لفظ کو جیسے طاقت مل گئی۔ دروازہ آہستہ آہستہ آہستہ میری طرف آ گیا۔ یہ کہیں میرا کی کارستانی تھی یا نہیں؟ وہ دروازے کے سامنے میری میز پر آکر کھڑی تھی۔ اس کے سفید لباس سے پرانوں کے چھینٹ اس کے دھلے

پلٹے بدن کے ہر جہر جھٹھ پرفرت ہاک کشکش کے لٹا لٹاتے تھے۔ دراز ہلک وہ لہریں جی کھڑی کانپتی رہی۔ پھر گلہ سی چٹخ کے ساتھ وہ کہنے کے اندر گرے لگی۔ اور اپنے بھائی کے بازوؤں میں ڈھیر ہو گئی۔ اپنے ساتھ اسے بھی گھسیٹ کر لے کر آیا۔ وہ مر رہا تھا۔ دہشت کے اس کا دم کل چٹا تھا۔ وہ ایمان آشر کے دروازے پر کاشکار چڑ گیا۔

دہشت زدہ پتھر میں اس کہنے اور اس حماقت سے نکل کر بھاگے ہیں بھاگتا ہوا بیل تک پہنچا۔ طریقہ نذر دہریوں پر تھا۔ انا تک ایک تیز روشنی آئی اور میں جس دہشت سے گزرا ہوا تھا وہ منتور چڑ گیا۔ میں نے طر کر دیکھا کہ روشنی کہاں سے آ رہی ہے۔ میرے پیچھے وسیع و عریض ایوان اور اس کے حلیے تھے۔ اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ یہ روشنی میرے چاند کی تھی جو اس ڈھنڈور حماقت کے پیچھے سے نکل آیا تھا۔ چاند کی روشنی میں، میں نے دیکھا تو مجھے ایمان کی وہ دراز نظر آئی جو پہلے نہیں تھیں۔ انا ہر محسوس ہونے لگی۔ دراز حماقت کی جگہ سے لے کر تھیل کے کنارے تک پہنچے۔ جی تھی۔ میرے دیکھنے پر دیکھنے دراز وسیع ہوتے لگی۔ یہاں تک کہ میرا ایمان موت پر آدھ اور وہ دکھائے ہو گیا۔ اس غریب خانہ و بلادوں کو گھٹ کر کرتے چلے دیکھنے سے میرا مانع غیبی اظہار نہیں ہے بھاء آواز آئی جیسے چاندوں میں چلے رہا سر جڑاں جہر ہے جوں جہنگھاڑ رہے جوں اور میرے قدموں کے ساتھ پیشی ہوئی جھیل کے خامر مشن۔ گھر سے اور دسبا وانی نے چپ چاپ ان آواز کو نکل لیا۔ جو کبھی اسے گھر کے کایرون تھے۔



سرخ موت

سارے دن سرخ موت کا سایہ تھا۔ سرخ موت، شہر کی حکومت پر بھی غلبہ۔ کوئی اس سے محفوظ نہ تھا۔ کسے جان کی کبھی اس دہشت نہ چھائی ہوگی اس کوئی جوا دیا سنا تک ہوا ہوا۔

سرخ موت آنا مانا اور کرتے۔ ایک اور ناگہانی، اس کے شکار ہونے والوں کے بچہ و دراز تھا اور بچہ کے گھنے اور اس کے بعد میری ہوتا تک حکایت ظاہر ہوتی جس کی وجہ سے اس کا سرخ موت نہ لگا گیا تھا۔ اس کا شکار ہونے والوں کا خون، دھن لگتا۔ بڑی بھاگ کھلت تھی۔ ایسا معلوم ہوتا کہ سارے بدن کی کھال میں سورج ہو گئے ہیں اور خون ایک ایک مسام سے چھوٹا رہا ہے۔ یہ دیکھنے کی سبب ان میں نکل نہیں تھا کرتے ہوئے لوگ کوشش پر ناہم ہو جاتے اور انتہائی حماقت کے مارے پھرتے تھے اور اسے گھٹنے کے انداز کا سانس لگتا تھا۔ ان کا دم کل جاتا رہے وہ لوگوں کے صبرے خون سے سرخ ہو جاتے۔ کیوں کہ یہ سرخ موت کا نشان تھا۔

کسی کو معلوم نہ تھا کہ اس کا سبب کیا ہے۔ مرنے کی جہش جانتا تھا کہ اس کا علاج کیسے کیا جائے۔ اور کسی کو حق نہ تھی کہ وہ سمجھا رہا تھا اور کس پر کرے گی۔ رنگ پر وقت اس کے خوف اور مستقل خطاب میں پہنچے۔

لیکن ایک جی دور دیا جس تھا اس کو موت موت کی غلطی پر واپس

تھی۔ اس کا نام تھا شہزادہ ویرد سپہر۔ دولت مند اور بصیر اور قہر مان کا دلدادہ اور شہزادہ اپنی پیش و علمت کی زندگی کے معمولات کو اس طرح جاری رکھنے لگا اور چاروں طرف لوگ موت کا فقرہ سننے لگے۔ شہزادے کو تو بڑے غیر اپنی نہیں تھی۔

سرخ موت لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنے لگی جلدی جلدی تھی۔ آخر کار شہزادے کو بھی اندازہ چلو گیا کہ اس کے اوسے سے زیادہ لوگ چاکر خدمت کار مر چکے ہیں اور اس کے بہت سے دوست بھی اس دنیائے آلودہ گئے ہیں۔

لیکن خوفِ باختر کا غبار گرنے کے بجائے شہزادے نے اس خبر کو سن کر بھی اپنے مخصوص انداز میں یوں ہی مائل رہا۔ لیکن بڑی پہاڑی صحت رکھنے والوں کا اس نے کہا۔ ”چھ بیٹھے جاری رہنے والی دعوت جس میں ہم سب اس بیکار کی مصیبت کو بھول جائیں گے۔“

لہذا شہزادے پر واپس ہونے اور رہنے کے امرا اور رؤسا اور ان کی بیگمات کو بلا کر بلایا۔ ”ہم سب اس اور سو گورکھ پھر سے باہر نکل جائیں گے۔ اس نے کہا۔“ کا تو میں میرا صل ہے۔ ہم وہاں کا رخ کریں گے۔“ اور ہمارے امرا اور رؤسا کے لیے اس سے زیادہ خوشگلی کی اور کیا بات ہو سکتی تھی کہ شہزادے کے پیچھے پیچھے اس محل میں چلے جائیں جو سب سے آگاہ تھا کہ ایک دور ابتداء ہوا ہے۔ اس واقعہ سے سب کا خیال ہلکا کر دیا۔ پہنچ کر وہ سرخ موت کے خطرے سے محفوظ ہو جائیں گے اور اس کو بھول جائیں گے۔

شہزادے کا محل بہت شاندار تھا۔ اونچا، پرستشکوہ اور قہر مان لیکن اس میں کی ویرانی کی وجہ سے بالکل شمسان معلوم ہوتا۔ اس کے چاروں طرف مشہور اور اونچے فصیل تھیں جو فی حق میں میں لوہے کے پھاٹک تھے۔ جب تمام مہمان محل کی فصیل کے اندر داخل ہو گئے تو شہزادے نے حکم دیا کہ پہاٹک بند کر دیے جائیں اور ان پر قفل چڑھا دیے جائیں۔

اب سرخ موت یہاں داخل نہیں ہو سکتی۔ اس نے ہنس کر کہا۔ ”باقی دنیا اس سے ناشتی رہے۔“ اس کے ساتھ قہلوں کے بھی اس کی تائید کی۔ پہاٹکوں پر قفل چڑھا دیے گئے اور فصیل کو بند کر دیا۔

محل کے اندر شہزادے نے بہت دن تک رہنے کا سامان مہیا کیا ہوا تھا۔ کھانے پینے کی چیزیں بہت افراسے تھیں۔ لوگ چاکر بہت تھے کہ مہمانوں کی مشورہ سے معمولی خدمت کا خیال رکھیں۔ مویشی مار و چرو تھے کہ سبھا سبھا کیلیں اور ماہر کا دانت کہ روز سلاطین کو محفل گرم دے۔ پڑھنے کے لیے کتابیں تھیں اور سفرے موجود تھے کہ لوگوں کو ہنسائے۔ رہیں اور کس چیز کی کمی تھی؟ سب کا خیال تھا کہ جب تک کہ وہاں کا زور و شوکت نہیں جاتا، وقت گزرنے کا اس سے بہتر طریقہ نہیں ہو سکتا اور اس سے بہتر کوئی جگہ ہو سکتی ہے۔ یہاں محل کی اونچی فصیل کے اندر ہر شخص خوش تھا اور مطمئن اور مطمئن تھا۔

یہ دعوت چلے پہلے تک چلتی رہی۔ کھانے بکاتے شہزادے کو اطلاع ملتی رہتی کہ سرخ موت سارے ملک کو اپنا ٹیٹ میں لے چکے ہیں۔ سرخ موت کا کھرا اور بڑھ گیا ہے۔ لیکن ایسی کوئی خبر محل کے اندر پہنچنے کے وقت تک میں صفا نہیں ڈال سکتی تھی۔ وہ کھانے پینے، سفرے آڑنے میں دن بھر مشغول رہتے۔

ان کو تکلیف تھی تو ایسے اسی کو حد سے زیادہ فقرے سے بھی لگا کر ہونے لگتی ہے۔ ان کو بخیر رہی سے بھانے کے لیے شہزادے نے ایک اور دلچسپ کام ڈول ڈالا۔ اس نے اپنے مہمانوں سے کہا کہ ہم آفتاب پرستش رقص کا اہتمام کریں گے۔ ہم بہت بڑے سہانے پرانیے رقص کی محفل سبھا میں گئے جس میں تمام مہمان بھیجیں بدل کر اور بیرونی بھڑک آئیں گے اور محل کے سارے مہمان اس میں شریک ہوں گے۔

محل کے مہمانوں میں اس خبر سے خاصی کمی ہو رہی تھی۔ دیر اور امیر اور رئیس اور ان کی بیگمات بڑے خوش و خرم ہو گئے۔ دیر اور

میں ہلٹ گئے کہ وہ کون سا سنگ بھری گئے اور کس بجیس میں جا میں گئے خوب تنہا رہا ہونے لگیں۔

آخر کار وہ دن بھی آ گیا جب آفتاب ہمیشہ رقص ہوتا تھا۔ محل کے پرانے چھتے میں سات وسیع وغیرہ رقص کا جہاں تھیں۔ سنگ پر اسے نے فیصلہ کیا کہ رقص کا چٹام اقصی میں کیا جائے۔ رقص کے لیے استعمال ہونے والے یہ سات کمرے ایک کے بعد ایک واقع تھے اور ان کی اونچائی نہیں کچھ کہاں اس پاس کے دیوار کی طرف کھلتی تھیں بلکہ ایک اور دیوار کی طرف کھلتی تھیں جس کو سنہ گز یا گنجا تھا۔ کہوں میں روشنی کے لیے دیوار میں مشعلیں لگی ہوئی تھیں۔ جب مشعلیں جل آتیں تو ان کے بھڑکنے مشعلوں کی وجہ سے ایک عجیب سا آواز پیدا ہو جاتا۔

ہر کمرے کے دروازے پر ایک ایک رنگ کے تھے اور اسی رنگ کے پردے اور دیوار گیر تصویریں مروج تھیں۔ سیلا گروہ نکلا تھا۔ دوسرا گروہ نقالی تصویر ساز، چوتھا تاریخی، پانچواں سفید اور چھٹا کاسنی۔ ہر کمرے کی دیوار پر اونچی پاشی چلی گزری تھی۔ لیکن شیشے بڑے ہوتے تھے۔ جن کا رنگ دروازوں کے رنگ جیسا تھا۔

مگر وہی کو اس طرح سمجھا بھی نہیں جیسا بات ہے۔ ایک خاتون نے کہا: "مستندوں سے کاؤنی بہت غیر معمولی ہے۔"

لیکن ساقیوں کو ایسا تھا کہ سانسے مہاں کو سب سے زیادہ عجیب معلوم ہوتا تھا۔ اس کمرے کی دیوار میں سیاہ پوش نقر آتی تھیں۔ دیوار سیاہ محل کی طواری، دیوار پر تصویریں فرش ایک آتی تھیں، جہاں سیاہ رنگ کا قالین پچھا ہوا تھا۔ یہ وہ کمرہ تھا جہاں کھڑکیوں کا رنگ کمرے کی دیواروں جیسا سیاہ نہیں تھا۔ سیاہ رنگ کے پلاسے ساری کھڑکیوں کا رنگ سرخ تھا، اس کا سرخ جیسے خون۔

اس ساقیوں کو کمرے میں ایک اور عجیب چیز تھی۔ ایک دیوار کے ساتھ دیوار کا تختہ تھا جہاں آئینہ تھا۔ اس کا نام سینڈولم ہوتا

کا جتا ہوا تھا، اور آگے بچھے حرکت کرتا ہوا محلوں کا حساب دیکھتا۔ لیکن جب گھنٹہ پورا ہوجاتا تو آئینہ اس میں ایسی آواز کی کر رقص کرنے والے تمام لوگ جسم جاتے ان کے چہرے حق ہوجاتے۔ موسیقار اپنے ہاتھوں میں راگین تھا، رہ جاتے اور چہرہ نظروں سے ایک دوسرے کی طرف گھٹنے گھٹنے۔ وہ دل ہی دل میں قسم کھاتے کہ اگلا گھنٹہ پورا ہوجا تو وہ خوف زدہ نہیں ہوں گے۔ لیکن ہر مہینہ ایسا ہوتا کہ گھنٹہ بچنے کا وقت بچاں بچاں غریب آئے گئے ان کے دل ایک بار پھر سہم جاتے۔

لیکن اس عجیب انداز سے ساقیوں کے گرد اس عجیب ایک آواز والے گھر کے باوجود رقص کا ہوں میں جیسے میلا دکھا ہوا تھا۔ حقیقت کا سہا ہوا تھا۔ لوگ منت تھے جیسے بدلی کرہ کو نہ دیکھتی برقی پٹیاں کہیں پہن کر آئے تھے، اور مشعلوں کی روشنی میں رقص کاہ کے فرش پر ایسے حرکت کر رہے تھے جیسے چہرے میں آڑ ہے ہوں۔ خوشی سے بھرے چہرے تھے۔ مگر ہر ایک مہاں ساقیوں کے آوازوں سے جھپکے کمرے بھرے ہوتے تھے۔ مگر ہر ایک مہاں ساقیوں کے کو ایک نظر دیکھ لیتا، دروازہ اس طرف کا رخ نہیں نہ کرتا۔

شیرازہ یہ عجیب وہ اس محفل میں سب سے زیادہ لطیف انداز پر ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہر شخص سے زیادہ غلامش ہے۔ اس کا تو انداز بھی بڑی تھا۔ "سب ٹھیک تو ہے ناں؟" وہ ایک ایک مہاں کے پاس جا کر پوچھتا رہا تھا۔ آفتاب ہمیشہ رقص کا محفل بیت کا مہاں جا رہا تھا۔ کئی مجلس سے ایسی بارہ فی نظر یہ نہ چوٹی تھی۔

خوشی کے موقعوں پر وقت تو جیسے نظر ہی نہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پڑھ کر لگ کر لگے۔ چنانچہ اس محفل کے مہاں بھی حیران رہ گئے۔ جب ساقیوں کو کمرے کا عجیب وغریب گھر کا اس راست کی صداقت پتہ لگا۔ گھر کی آواز پہلے سے بھی زیادہ ہوا آگ تھی۔ ایک دو تین چار ... چار تھی آواز چہرہ ہوا تھا تو اس نے سنا تو کمرے کے مہاں دم بخود کھڑے رہا

کی آواز سن رہے تھے... پانچ، سب سے... گھر کی آواز سا تو میں
کمرے سے نکل کر سارے محل میں پھیل گیا تھا۔ رقص کا ہول کی نظیر لگا
سے لگتا کہ گویا رقص ہی رقص۔

شاید اس لیے کہ سب لوگ ساکت کھڑے تھے یا شاید اس وجہ
سے کہ چاروں طرف سناٹا تھا، لیکن وجہ کوئی بھی جوا گھر سے بارہ
بہا چکا تو جیسے سب کو ساں ہو گیا ہو۔ پھر جاگ پہلے کمرے سے
حیرت کی آواز بلند ہوئی اور دی دی سرگوشیاں پھیلنے لگیں۔ حیرت کی
وجہ یہ تھی کہ رقص گاہ کے عین بیچ میں سرگوشیاں پھیلنے لگیں۔ حیرت کی
موجود تھا جیسے اس سے پہلے کسی نے بھی نہیں دیکھا تھا اور جیسے جیسے
مہمان اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے ان کی حیرت غریب عین پھیل رہی تھی
جس کی بھی نظر اس پر پڑ جاتی، اس کے حلق سے خوف کی کھنکھن پھیل
نکل جاتی۔

شہزادے نے اپنے مہمانوں سے یہ تو کہا تھا کہ منت نہ بنے یہ وہ بھر گیا
اور عجیب و غریب پرسشیں نہیں کرنا تھیں۔ جو خوبصورت چہل پا
عجیب یا مزاحیہ۔ مگر یہ۔۔۔ یہ تو حد ہو گئی، اس کا تو یقین ہی نہیں آتا تھا
کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔

وہ لہا لہا نقاب پوش و رقص گاہ کے فرش کے بیچوں بیچ کھڑا
تھا اور اس کے کاٹھنوں پر سر مٹی رنگ کا لبادہ تھا۔ اس نے اپنے چہرے
پر جو نقاب پہن رکھا تھا وہ کس لاش جیسا تھا، مگر یادہ اپنی تو ہے، جس
ابھی اٹھ کھڑا یا ہو۔ غرض یہ لبادہ اور نقاب بھی اس محفل کے مہمان سے
کچھ کر برداشت کر لیتے کہ جو مہمان اس نقاب کو آڑ سے ہونے جیسا اس
کا مذاق دارا سمجھیں گے، مگر اس نقاب میں ایک بات بہت عجیب تھی۔
اس لاش کے نقاب پر سرخ سرخ لٹاں تھیں۔ جیتے جیتے لہو کے نشان
سرخ صورت کے نقاب!

شہزادہ یہ دیکھ کر دوسرے کمرے میں تھا وہ اس کمرے میں آ گیا کہ اس

جاگ خاموشی کا سبب معلوم کرے۔ جب اس نے نقاب پوش کو دیکھا تو وہ
فلتے سے چہر گیا۔ "کون گستاخ ہے جو اس طرح میری اور میرے مہمان کی
توجہیں کر رہا ہے؟" وہ بات۔ "مکمل نہایت ہے جو میرے محل میں ایسی
بدلتگئی کر رہا ہے؟"

شہزادے نے ٹھکر مہمانوں کی طرف دیکھا۔ "کچھ تو ہے؟" اس نے
پوچھ کر کہا۔ "اس کے چہرے سے نقاب لہجہ ڈالو، اسے اس کے جرم کی پاداش
میں پھانسی پر چھڑا دیا جائے گا۔"

ایک آدمہ مہمان آگے بڑھا مگر وہ نقاب پوش خود میرے دھیرے
آگے بڑھتا رہا۔ اس جانب وہاں شہزادہ کھڑا تھا۔ جو مہمان اس کو روکنے
کے لیے آگے بڑھا وہ دوچار قدم آگے بڑھا کر خود بھی ٹرک گیا۔ اس کے
قدم من من بھرے ہوئے تھے اور وہ خوف کے عالم میں ساکت چر گیا۔ اس
کی حیرت نہیں ہوئی کہ اس کو روک سکے اور وہ نقاب پوش اپنی کسی روک
ٹوک کے، ایک سے دوسری رقص گاہ میں گزر جاتا گیا اور ساتویں کمرے
کے دروازے پر پہنچ کر ٹرک گیا۔

شہزادہ پراسیدہ وہاں اپنی حیرت پر قابو پا چکا تھا۔ اس نے اپنا خنجر
نکال لیا اور فلتے میں بھرا ہوا اس کی جانب بڑھا۔

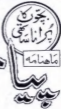
خنجر وہ سب نقاب پوش کی طرف آیا تو نقاب پوش نے اپنے چہرے
کا رخ اس کی جانب کر دیا۔ مہمانوں نے ایک جگہ ٹھہر گئے۔۔۔۔۔ طبل اور
تکلیف دہ جگہ۔۔۔۔۔ خنجر شہزادے کے ہاتھ سے جھوٹ کر گر پڑا اور خنجر کے ساتھ
یہی شہزادہ بھی فرش پر گر پڑا۔ اس کا جسم بے جان تھا اور اس کے چہرے
پر خون کے سرخ نشان تھے۔

جنہوں تک تو سارے مہمانوں کو جیسے کتے بھڑکی چر گیا۔ کسی نے
حرکت نہ کی۔ پھر وہ ایک باجنت ہوگ اور آہنگ اور سیاہ کمرے کی طرف
لپکے۔ وہ بن بٹا یا اور جواناگ مہمان قبر کے عین سامنے کھڑا تھا ایک
شخص نے اس کا لہوہ ٹھیکٹ لیا اور اس کو نقاب پوش ڈالا۔



پیامِ تعلیم

نئی دہلی ۲۵



۶۱۹۳۶

سے
شائع
ہو رہا
ہے

- دلچسپ، ہجرت انگیز اور نثر اسرار کا سیار
- سائنس اور مذہبی مسلمات
- کارٹون، لطیفے اور مزاحیہ مضامین
- تاریخ، جغرافیہ
- شہرت کے ثواب

پتہ ذیل پتہ اذ میں
بہترین مواد پیش کرتا ہے

ماہنامہ پیامِ تعلیم

جامعہ نگار، نئی دہلی ۲۵



کسی کے شہد سے ایک آواز نہ نکلی۔ کسی کی جگہ تک نہ پہنچی
اس لیے کہ اس لہاوے اور اس نقاب میں کچھ بھی نہیں تھا۔ کوئی بھی
نہیں۔ عالی لہاوہ اور نقاب سپاہِ قریش پر ڈھیر ہو گئے۔
ایک جگہ کر کے ہانوں پر حقیقت یہاں ہوئی اور وہ خوف کے
مدار سے کچھ کر بھی نہ سکے۔ صوبہ داروں اور ملازموں کو بھی احساس ہو گیا۔
کسی شخص سے کی طرح دے پاؤں سرخ موت وہاں پہنچ گئی تھی۔ محل کی آہنی
اوچی فصیلیں اس گورہ کے میں کامیاب نہ ہو سکی تھیں۔ وہ اس نقاب
پر جس رقص میں بن کر آئے یہاں کی طرح شہک تھی۔
اور پھر موت نے اچھا رقص شروع کر دیا۔ وہ یہاں جہاں سے گزری
تھی، لوگ درد کی شدت سے جھٹکتے ہوئے فرش پر گر گئے تھے۔ آدھے گھٹنے
کے اندر، رقص کا چوں کا فرش جو تھوڑی سی اور ہانوں کے بے فکر لوہوہوں سے
گرنے رہا تھا، موت کا بازو بن کر لاشوں سے چٹ گیا۔ لاشوں کے چہروں
سے طوفان ابھرا تھا۔
سب اس محفل کا طوطی یہاں بھی موت کا شکار ہو گیا۔ تو وہ کونسی
مگر جتنے جتنے ایک جگہ، محل کی دیواروں پر چلنے والی شعلیں اور سے
بھرنے لگیں اور کچھ نہیں۔
سب چادریں طرف اندھیل مٹا اور یہاں ہی انکسرخ موت کا راج۔

